

ادبیات ایران نو

Enayatullah Khan.

7-9-'39

ادبیات ایران نو
(خطی فاروقی)

مخطوطات فاروقی

ادبیات ایران نو

مؤلفہ

مولوی محمد طاہر فاروقی

ایم اے (اگرہ) و میر کمال (دکن)، منشی کامل - عالم فاضل (الہ آباد)

ایچ۔ پی۔ اے - آنرز ان اردو (پنجاب)

صدر شعبہ فارسی اردو اگرہ کلج - ممبر بورڈ آف اسٹڈیز عربی فارسی اردو

ڈپٹی آف آرٹس اگرہ یونیورسٹی

قومی کتب خانہ ریلوے لڈ لاہور نے شائع کیا

خواجہ فرست حسین منیر کے اہتمام سے
آگرہ اخبار پریس آگرہ میں

طبع ہوئی

پایچ ۱۹۳۶ء

فہرست

صفحہ	عنوان	صفحہ	عنوان
۱۸	۲۔ عزم و ہمت	۱۳۱	مقدمہ
۱۹	۳۔ عزت نفس	۱۳۱ تا ۱۴۰	منظومات
۲۰	۴۔ محسن در جنگ بین الملکی	۱۳۱ تا ۱۴۰	ملک الشہر بہار خراسانی
۲۲	۵۔ تغین و بیت از ادیب پیشاوری	۲	۱۔ کل الصيد فی جوف الفرا
۲۳ تا ۲۴	۶۔ آفاق حید علی کمالی اصفہانی	۶	۲۔ انکار اخلاقی و فلسفی
۲۳	۱۔ جشن فردوسی	۶	۳۔ گل پیش رس
۲۶	۲۔ خوانند بہار ہر گاہ را	۶	۴۔ فردوسی
۲۸	۳۔ چکامہ دطنی	۱۳۱ تا ۱۴۰	جلال الممالک ایرج میرزا
۳۰	۴۔ دیوانی ایران	۱۳	۱۔ قلب مادر
۳۱ تا ۳۵	۵۔ آفاق پیچ از ماں خراسانی	۱۴	۲۔ درند مست شہر آب
۳۱	۱۔ ایران دیروز و ایران فردا	۱۵	۳۔ گفتگو کے کار و کار فرما
۳۲	۲۔ کوشش	۱۶	۴۔ تعارف
۳۹ تا ۴۵	۳۔ میرزا علی اکبر خاں و ہندو	۱۶	۵۔ قوی و ضعیف
۳۵	۱۔ اشعار طبعی	۱۳۱ تا ۱۴۰	میرزا ابوالحسن خاں فروغی
۳۶	۲۔ قطعہ وطنی بسبک جدید	۱۴	۱۔ انساب
۳۸	۳۔ پیرزاد از خانماں دور		

جلد تہم

صفحہ	عنوان	صفحہ	عنوان
۶۸ تا ۶۹	آقاے سید شرف الدین رشتی	۶۸ تا ۶۹	۱۔ پروین خانم اقصائی
۶۹	۱۔ شرح حال خود	۳۹	۲۔ قلب مجروح
۶۳	۲۔ عاقبت ایران	۴۱	۳۔ اندرز اسے حکمتی
۱۱۲ تا ۱۱۵	غزلیات	۴۲	۴۔ آئین آئینہ
۶۶	ملک اشعرا بہار خراسانی	۴۵	۵۔ مطالبہ فلسفی
۷۰	میرزا حبیب یغائی	۴۶	۶۔ آتشک تہیم
۷۲	میرزا سالار شیرازی	۵۲ تا ۵۳	میرزا ابراہیم خاں پور واد
۷۸	آقاے سعادت نوری	۴۷	۱۔ شہینہ
۸۲	آقاے شباب کرمانشاهی	۵۱	۲۔ پلے
۹۱	فہرست الملک شوریدہ شیرازی	۵۱	۳۔ اندرز
۹۶	میرزا عارف قزوینی	۵۱	۴۔ بیاد نام دیاب
۱۰۰	آقاے غلام بہدائی	۵۲ تا ۵۳	۵۔ کثر محمود خاں افشار
۱۰۵	میرزا فرخ خراسانی	۵۲	۱۔ دوزار بج
۱۰۹	آقاے فرخی یزدی	۵۳	۲۔ ذریع
		۵۴	۳۔ شب ہفتاب
		۶۱ تا ۶۲	۴۔ کثر رضا داوہ شفق
		۵۶	۱۔ بیاد پیرم
		۵۸	۲۔ بیاد بزم

”ایران کی شاعری رودکی سے شروع ہوئی اور میرزا صاحب پر ختم ہو گئی۔ رودکی سے پہلے بھی شعر اگڑے ہیں اور میرزا صاحب کے بعد بھی لوگوں نے طبع آزمایا۔ کیں۔ لیکن یہ دونوں دور شمار کے قابل نہیں۔ اخیر دور میں قاتانی بے شبہ ایسا شخص پیدا ہوا جس نے دفعۃً شاعری کی کایا پلٹا کر دی۔ لیکن اس کی شاعری کوئی نئی شاعری نہیں۔ بلکہ اس نے سات سو برس کے بھولے ہوئے خواب کو یاد دلایا۔ اور یہ کہنا بالکل صحیح ہے کہ فرخی اور منوچہری نے قاتانی کا قالب اختیار کر لیا۔“

یہی اسے رضا قلی خاں ہدایت نے مجمع الفصحا میں ظاہر کی ہے۔ وہ لکھتے ہیں کہ :-

”فارسی شاعری کا انحطاط دور تھا چارہ سے قبل مکمل ہو چکا تھا۔ اس لئے اس عہد کے شعرا نے اپنے پیش رو شاعروں کے سسلک کو چھوڑ کر رودکی۔ منوچہری فردوسی۔ انوری۔ رومی۔ سعدی وغیرہ کی تقلید اختیار کی۔“

رضا قلی خاں کے عہد میں جامی۔ عرفی۔ صائب۔ شوکت وغیرہ کی شاعری کو بے وقت کی ثنائی کی مانند یہ کیف سمجھا جاتا تھا۔ اور یہی سبب تھا کہ اس عصر کے شعور و دل نے متقدمین کی روش کو پسند کیا۔ اور اس طرح فارسی شاعری کی تہذیب کا فرض انجام دیا۔

ستر سالہ خانہ جنگیوں کے بعد آقا محمد خاں قاجار ۱۲۸۵ھ میں برسرِ اقتدار ہوا۔ ۱۲۹۶ھ میں اس نے شہزادہ کا لقب اختیار کر کے خاندان قاجار کی تہذیب کو جاری کیا۔ اور تمام ایران کو ایک مرکز پر لا کر جمع کر دیا۔ ۱۲۹۶ھ میں آقا محمد خاں قاجار

اور اس کا بھتیجہ فتح علی شاہ قاجار تخت پر بیٹھا۔ اس حکمران کی حیثیت کہ اس کی ۱۵۸ بیویاں اور تقریباً دو ہزار بیٹے پوتے تھے تاریخ میں عظیم المثال ہے۔ اس کے بعد ۱۲۸۶ء میں اس کا پوتا محمد شاہ قاجار تخت نشین ہوا۔ اسی کے عہد میں سید علی محمد باب نے بانی مہرب کی تبلیغ و اشاعت شروع کی۔ اس کے انتقال کے بعد ناصر الدین شاہ قاجار نے ۱۲۸۸ء تا ۱۳۱۷ء تک حکومت کی اس کے قتل کے بعد ۱۳۱۷ء سے ۱۳۲۸ء تک اس کا بیٹا مظفر الدین شاہ قاجار برسر حکومت رہا۔ ۱۳۲۸ء میں قوم پرستوں نے اسے تخت سے اتار دیا اور ایران میں جمہوریت قائم ہو گئی۔

خاندان قاجار میں فتح علی شاہ خود شاعر تھا اس کے پر اس در و در سخن پروردگار شادی کی تجدد کی اور نثر میں ایران ایک دیکھ شعر کی لغویں گونج گئی۔ انیسویں صدی میں نیکو دل شاعر پیدا ہوئے جن میں سے چند ممتاز اور نامور شعرا حسب ذیل ہیں۔

۱۔ مجتہد اشعار مجرب طباطبائی (متوفی ۱۲۸۱ء)۔ اس کی یاسب رضا علی خاں ہدایت کی داغ بیل ہے کہ اگر وہ کچھ سال اور زندہ رہتا تو غالباً وہ ممتاز ترین حیثیت حاصل کر لیتا۔ اور مرزا یحیی دولت آبادی اس کو شعرا کی صف اول میں جگہ دیتا ہے۔

۲۔ ملک اشعار اصبا کا شانی (متوفی ۱۳۱۷ء) اس کے متعلق رضا علی خاں ہدایت کا خیال ہے کہ "گزشتہ سات سو سال میں اس پایہ کا کوئی شاعر ایران میں پیدا نہیں ہوا" اس کے شاگرد شاہ نامہ کو بہن تاقیہ نے شاہنامہ فردوسی تک پر ترجیح دی ہے۔

۳۔ معتبر الدولہ نشاط صفہائی (متوفی ۱۳۱۷ء) عربی۔ فارسی۔ ترکی تہذیب

زبانوں کا عالم تھا۔ اور اس عہد کے بہترین غزل گو شعرا میں شامل ہے۔
 ۴۔ میرزا شیخ وصال شیرازی (متوفی ۱۱۸۵ھ) جس کا تمام خاندان شاعری میں نمایاں
 اعتبار رکھتا تھا۔ اس کے بھائیوں میں داودی۔ یزدانی۔ اور ملت۔ اور بیٹوں میں
 وقار۔ حکیم۔ اور فرہنگ سب اچھے شاعر گزے ہیں۔
 ۵۔ ملک الشعر اصران العجم قاضی شیرازی (متوفی ۱۱۸۵ھ) جو اتفاق رائے
 اس عہد کا بہترین قصیدہ گو شاعر ہے۔ اور تمام پیش رو شعرا کے محاسن
 و کمالات کا جامع ہے۔

۶۔ مرزا فروغی بسطامی (متوفی ۱۱۸۵ھ) جو غالباً اس عہد کا بہترین غزل گو مصوفی
 شاعر ہے

۷۔ مرزا یوسف جندقی بیک وقت سنجیدہ اور مبتدل گو شاعر تھا۔ لیکن اس کے
 ہزلیات اور خرافات زیادہ مشہور ہیں۔ اور خود بھی ”زن فحشہ“ کے عجیب
 لقب سے معروف ہے۔ اس نے مرثیہ کی ایک نئی صنف کو زیادہ دلچ
 دیا تھا۔ جسے وہ خود ”نوحہ سینہ زنی“ کے نام سے یاد کرتا ہے۔

۸۔ مرزا رضا قلی خان ہدایت اورسان الملک سپہر کا شانی عہد ناصر الدین شاہ
 کے بالکمال شاعر تھے لیکن وہ ذہن کثیف مریخ اور تذکرہ نگار کے زیادہ
 مشہور ہیں۔

انیسویں صدی کے ان شعرا کا کلام دور متوسطین سے نمایاں طور پر برتاؤ
 ہے۔ پیچیدہ خیالات، دور افتادہ تشبیہات و استعارات، بیکار لفاظی،
 پیچیدہ تصنیف و تالیف، بے حیدار عقل مضامین، دور انداز نگار و غیرہ اس

عہد میں اجتناب و احتراز کیا گیا۔ زبان میں سلاست اور روانی ہو مضامین میں مناسکتگی اور واقعیت ہے۔ طرزِ ادا میں دلکشی اور بلاغت ہے۔ آمد ہے جذبات ہیں۔ تشبیہات قرین عقل اور استعارات مطابق قیاس ہیں۔ کردار نگاہی اور جزئیات کے بیان میں استقصاء استیفا ہے۔ اور تعمیل و محاکات کی بلند ہی برتری بہمہ وجہ قیامِ تحسین اور لاپٹی ستائش ہے۔ اس عہد کے شعرا نے موجودہ صدی کی شاعری کے لئے زبان اور خیالات کو تیار کرنے میں کافی حد تک مدد کی۔ حقیقت اس دور کے اختتام پر عہدِ جدید کی شاعری کی بنیاد پڑ چکی تھی۔

دو جہد

(۱۹۰۶ء سے)

فارسی شاعری نے نویں صدی عیسوی سے انیسویں صدی عیسوی تک ایک ہزار سال کے عرصہ میں قصیدہ، غزل، مثنوی، رباعی کی سکولوں میں حسن و شوق، مدح و ہجو، معارف و مناظر، سنجیدگی و ظرافت، بزم و رزم، تصوف و اخلاق، زندگی و زہاد اور واردات و کیفیات کے تمام مطالب بہترین اسلوب کے ساتھ دنیا سے ادب میں پیش کر دیئے تھے۔ قومی، ملکی اور اصلاحی نظموں کا باب رہ گیا تھا۔ اسے بیسویں صدی کی ابتدا میں دورِ انقلاب و مشروطیت نے پورا کر دیا اور اب فارسی شاعری بہمہ وجہ مکمل ہو گئی۔

ایران میں ہمیشہ سے استبداد ہی اور شخصی حکومت کا دور دورہ رہا تھا۔

لیکن انیسویں صدی کے نصف آخر میں علامہ سید جمال الدین افغانی رحمۃ اللہ علیہ
 (۱۸۳۸ء تا ۱۸۹۶ء) کی اسلامی انقلابی تحریک کے زیر اثر بیداری کے آثار
 پیدا ہوتے جا رہے تھے۔ ایران میں پہلا انقلاب ”دور مشروطہ اولیٰ“ کی شکل میں
 ۵ اگست ۱۹۰۶ء کو ظاہر ہوا۔ اور ۷ اکتوبر ۱۹۰۶ء کو نیشنل اسمبلی قائم ہوئی۔
 جو ۲۳ جون ۱۹۰۷ء تک برسر کار رہی۔ اس کے بعد ۲۳ جون ۱۹۰۸ء کو ۱۶ جولائی
 ۱۹۰۸ء تک پھر محمد علی شاہ معزول کا مستبدانہ عہد جاری رہا۔ ”شروط ثانیہ“
 کا عمل دخل ایران میں ۱۶ جولائی ۱۹۰۸ء کو ہوا۔ محمد علی شاہ قاچار چار دن کی جنگ
 کے بعد مغرور ہو گیا۔ اور مشروطیت کو ”فتح ملی“ نصیب ہو گئی۔ لیکن ابھی ایرانیوں
 کی قسمت میں مستقل آزادی نہ تھی۔ اس لئے ۱۹۱۲ء کی ابتدا کے ساتھ ساتھ
 روسیوں کے غلبہ و تسلط کا دور شروع ہوا۔ اور تمام مملکت ایران میں ایک
 ہیجان و غم برپا ہو گیا۔ اس کے بعد ۱۹۱۴ء میں یورپ کی جنگ عظیم شروع ہو گئی
 ان چار سال میں ایران مختلف طاقتوں کا آماجگاہ بنا رہا۔ ہر سلطنت اسے
 ہڑپ کر لینا چاہتی تھی۔ اس زمانہ کے مصائب نے ایرانیوں کے دماغوں میں
 جنگیں خاں اور ہلاکتوں خاں کی غول آشایوں کی یاد تازہ کر دی۔ جنگ عظیم کی گمانہ
 کے ساتھ روس کی شخصی و استبدادی حکومت بھی ختم ہو گئی۔ اور کچھ عرصہ بعد
 انگلستان نے بھی مجبور ہو کر ایران سے ہاتھ اٹھالیا۔ و حقیقت اس ایران
 کو اس قدر سکون نصیب ہوا کہ وہ یک جہتی و اتفاق کے ساتھ اندرون ملک کی
 اصلاح کر سکے۔ ایک مدت تک شورش و بے اطہمانی کی زندگی بسر کرنے کے بعد
 علی حضرت رضا شاہ پہلوی کے عہد نے ملک کو یہ موقع دیا کہ اس میں اصلاحات

کے ساتھ اندرونی و بیرونی اصلاحات میں مشغول ہو۔

وہ اسباب جو بیسویں صدی کے ادیل میں ایرانی انقلاب کے ذمہ دار ہیں میں
قسموں میں تقسیم کئے جاسکتے ہیں۔ (۱) تصنیفات۔ (۲) اخبارات۔ (۳) منظومات۔

اس شوق میں وہ تمام کتابیں آجاتی ہیں جو بیسویں صدی کے
آخر زمانہ سے شائع ہو رہی تھیں اور جو کم و بیش اصلاح ملک

۱۔ مصنفات

اور آزادی خیال کی تحریک کو آسانی تھیں۔ ان میں سب سے مقدم جگہ ناظم الدولہ
شہزادہ مالک خاں کی تصنیفات کو حاصل ہے۔ مالک خاں کے رسائل کی تعداد تیس سے
زائد ہے۔ چند نام۔ اصول تربیت۔ دیوانیاں۔ حب الوطن بن الایمان۔ مہر ترقی۔

شیخ وزیر وغیرہ یاد رکھنے کے قابل ہیں۔ اس کے بعد نمبر آتا ہے ان تصنیفات
یا ترجمہ کا جو دار الفنون طہران کے ایرانی یا مغربی پروفیسروں نے کئے۔ ان

تالیفات نے جو سائنس۔ ریاضی۔ طب۔ تاریخ۔ جغرافیہ۔ ادب وغیرہ تمام علوم پر
حادی ہیں۔ ایرانی و مانعوں کو بیدار کرنے میں بڑی حد تک امداد کی۔ اسی سلسلہ میں

مرزا یوسف خاں مستشار الدولہ۔ اور مرزا عبد الرحیم طاباٹبائی کی تصنیفات کا یاد رکھنا
بھی ضروری ہے۔ خصوصاً طاباٹبائی کی یہ دو کتابیں کتاب احمد اور تفسیر طابائی۔

تو اسی قدر بااثر اور وسیع ثابت ہوئیں جتنا سیاحت نامہ ابراہیم بیگ مصنف
حاجی زین الدین آقا مرانی اور سر جان موریر کی کتاب حاجی بابا اصفہانی کے ترجمہ
جو مرزا حبیب اصفہانی اور شیخ احمد رومی کرمانی نے شائع کئے تھے۔

ایمان میں تحریک مشروطیت سے قبل کوئی اخبار ایسا
۲۔ اخبارات شائع نہ ہوا تھا جو جیسا کہ اعتبار سے قابل اعتناء کہا

جاسکے۔ اگست ۱۹۰۶ء میں جمہوریت کے اعلان کے ساتھ ہی متحدہ اخبارات جاری ہو گئے۔ جن میں سے بعض ابتداءً ہفتہ وار تھے لیکن کچھ دن بعد روزانہ شائع ہونے لگے تھے۔ ان میں طہران سے شائع ہونے والے اخبارات - مجلس - ندائے وطن - صور اسرار -

جبل المتین - صبح صادق اور ایران تو بالخصوص قابل ذکر ہیں اسی سلسلے میں طلوع (بوشہر) اور آذربائیجان (تبریز) کا نام لینا بھی ضروری ہے۔ یہ دونوں اخبار پوچ کے اندر نظر ثانی و طنز کا پہلو لئے ہوئے اپنے مقاصد کی اشاعت کرتے تھے۔ مزاحیہ و طنزیہ اخبارات کی مقبولیت نے اس صنف کے بہت سے اخبار شائع کرائے جن میں کشکول (اصفہان) - بسلول (طہران) - پنبہ طہران (حشرات الارض تبریز) - شیدا (قسنطنیہ) اور شیخ خمندر (طہران) خاص مرتبہ رکھتے ہیں۔ اصلاحی امور میں مضحکات و طنزیات کو کامیاب اور موثر پاکر صور اسرار نیل نے بھی چرند پرند کے نام سے چند کالم اس صنف کے لئے وقف کر دیے۔ جن کے محرر خصوصی میرزا اکبر خاں (المعروف بہ وقور و قحدا) تھے۔ چرند پرند اور طمانا ناصر الدین اس قسم کے تمام اخبارات سے زیادہ مقبول و موثر اور مفید ثابت ہوئے۔

ایران میں اخبارات کو آزادی رائے حاصل ہونے سے قبل بعض وطن پرست ایرانیوں نے ممالک غیر سے اخبارات شائع کرنے شروع کر دیے تھے۔ ان میں سب سے پہلی جبکہ قانون کو ملتی ہے جو پرنس مالک خاں کی زیر ادا رت لندن سے شائع ہوتا تھا۔ اس کے بعد اختر (قسنطنیہ) جبل المتین (کلکتہ) - تریا اور پروش (قاہرہ) کا نام آتا ہے۔ دور مشروطہ سے قبل دراصل یہی رسائل و اخبارات تھے جنہوں نے ملک میں آزادی خالی - احساس و غیرت - حمیت و قومیت - اور حب وطن کی جذبات

کی تخم پاشی کی۔ یہ رسائل صرف ملکی بیداری پیدا کرنے کے ہی آئے نہ تھے بلکہ انہوں نے زبان وادب کی بے بہا خدمات بھی انجام دی ہیں۔ ان اخبارات کے ذریعہ سے ہی نئی اصطلاحات اور جدید الفاظ ملک میں شایع ہوئے اور رفتہ رفتہ فارسی جدید مالامال ہوتی رہی۔

ایسے اخبارات کی تعداد سینکڑوں سے متجاوز ہے جو مذکورہ بالا اخباروں کے بعد شایع ہوئے۔ ملک بھر میں آگ لگی ہوئی تھی اس لئے اکثر شہروں میں اخبار جاری ہو گئے۔ طوالت کے خوف سے اس تفصیل سے گریز کرنا بہتر ہے۔ اس لئے اس بات پر اس بحث کو ختم کرتا ہوں۔ کہ طران سے شایع ہونے والے اخبارات میں استقلال ایران۔ برقی۔ بیداری۔ دانش۔ آفتاب۔ روح القدس۔ زشت و زیبا۔ مشرق۔ شرافت اور مساوات۔ تبریز کے اخبارات میں اتحاد۔ اخوت۔ استقلال۔ اسید۔ تبریز اور روزنامہ ملی۔ اصفہان سے اشاعت پانے والے اخباروں میں پروانہ۔ جہاد اکبر۔ زاینده رود۔ فرہنگ اور ناقور۔ مشہر کے اخبارات میں تازہ بہار۔ خراسان۔ خورشید۔ بہار۔ نو بہار اور عصر جدید۔ شیراز سے جاری ہونے والے اخباروں میں نسیم شمال۔ گیلان۔ صدرائے رشت۔ کنکاش۔ نوع بشر۔ اور مجاہد خاص و عام قابل اہتمام اور لائق ذکر ہیں۔ جنہوں نے اس دور میں مخصوص ملکی و قومی ادبی و لسانی خدمات انجام دیں۔

۴۔ **مستطوبات** | کسی ملک کو خواب غفلت سے بیدار کرنے کا بہترین ذریعہ قومی اور ملکی نظمیں ہونا کرتی ہیں۔ عرب کی قومی

شاعری اور جبر خوانی اور یونان اور روم کی ملکی و ملی منظومات اس کی بین مثالیں ہیں۔ اسی طرح بیسویں صدی کے آغاز میں ایرانی شعرا نے ملک و قوم کے احساسات و جذبات ملی کے ابھارنے اور وجود و عظمت کے دور کرنے میں جو کار نمایاں انجام دیا وہ تاریخ عالم میں زبیر حروف سے لکھے جانے کے قابل ہے۔ موجودہ صدی کے ابتدائی پندرہ سال میں سیاسیات کا جو طوفان ایران میں برپا تھا اس نے حساس دلوں پر تیر و نشتر کا کام کیا۔ اور شعرا جو دل و دل کی تعمیر و اصلاح کے علم بردار ہوتے ہیں اس انشاد و شنودش سے پیدا شدہ ہوئے۔ چنانچہ ملکی و ملی نظموں جو تاثرات قلبی سے لبریز اور جذبہ بیداری و احساس آزادی کی محرک ہیں بکثرت ملک میں شایع ہو گئیں۔ اگر ان نظموں کا مطالعہ تصنیف کی تاریخوں کی اعتبار سے کیا جانا ممکن ہو تو رامید و بہیم، آس دیاس، شکوہ و شکایت، سوز و گداز، رنج و راحت، جوش و خروش، ناپوسی و کامرانی، اضطراب و غمزدگی کے جذبات و کیفیات کے ان مختلف رائج کا اندازہ ہو سکتا ہے جو اس دور میں ملک و ملت پر گزر رہے تھے اور جن کی یہ نظمیں آئینہ دار ہیں۔

یہ نظمیں اخبارات و رسائل میں شایع ہونے کے باعث فوراً ملک میں پھیل جاتی تھیں۔ اور قوم کے جذبات میں آگ لگا دیتی تھیں۔ نسیم شمال۔ گیلان۔ گنگا سس۔ صدائے رشت بہار۔ صدائے اسرہیل و ایران نو وغیرہ ان نظمیں کو شایع کرتے تھے۔ یہ نہادہ ترکیبی سائل اور سولخ سے متعلق ہوتی تھیں۔ لیکن آج بھی اپنے جوش و ادبیت کے اعتم بارے دلچسپ اور وسیع ہیں۔ فن کے اعتم بارے یہ کہ خاص صنف نظم میں محدود نہ تھیں۔ شجوی قطعہ، مسط، مستزاد، غزل

سب اصناف ان قومی خیالات سے مالا مال نظر آتے ہیں۔ دراصل یہی منظومات ایران کی نشاۃ جدیدہ اور حیات سیاسی و ادبی کی ذمہ دار ہیں۔ اور اسی نام سے ایران میں جدید ادبی عہد کی بنیاد پڑتی ہے۔

اس انقلابی اسکول کی شاعری میں جو شعرا پیش پیش نظر آتے ہیں۔ وہ حب ذیل میں۔ ملک الشعراء بہار۔ سید اشرف رشتی۔ عارف قزوینی۔ فیض الملک شوریہ۔ بدیع الزماں شیرازی۔ جعفر خمنائی۔ میرزا مرتضیٰ فرہنگ۔ ادیب نیشاپوری۔ حسین خاں دانش۔ احمد سیلکی تیریزی۔ حسام الاسلام دانش۔ پور داؤد۔ ملک ساسانی۔

ایران میں استقلال آزادی اور تنظیم ملکی کو محدودے چند سال گزرے ہیں۔ لیکن اس قلیل عرصہ میں ملک نے سیاست و مدنیت۔ مہارت و قومیت فنون لطیفہ اور علوم ادبیہ میں جس قدر ترقی کی ہے وہ بے شبہ حیرت انگیز اور تعجب خیز ہے۔ شاعری بھی اس ترقی کی دوڑ میں دیگر علوم و فنون کے ہمراہ آگے بڑھتی رہی۔ اور منجملہ دیگر اصناف شعر کے موجودہ صدی نے قومی، ملکی اور اصلاحی منظومات کے ایک کافی دوانی فصیح و بلیغ اور موثر و ممتاز ذخیرہ کا ادب فارسی میں اضافہ کر دیا۔

دور جدید کی شاعری | عصر حاضر کے شعراء و قلمیوں میں تقسیم کئے جاسکتے ہیں۔

۱۔ وہ شعرا جو متقدمین کے اور ان میں بھی بالخصوص مشہور ہیں۔ فردوسی، سعدی اور حافظ کے تقلید ہیں۔ عرصہ و قافیہ میں قدیم تھاوہ کے پابند ہیں۔

مضربین کے اعتبار سے ان کی شاعری حسن و عشق سے تجاؤ ذکر کے فلسفہ و اخلاق اور قومیت و سیاست پر بھی شامل ہے۔ اس زمرہ میں ادیب پیشاوری، ادیب نیشاپوری، سالار خیرازی، شورباده شیرازی، شباب کرمانشاہی، زعفری آذرغشی، غلام ہمدانی، فردوسی اصفہانی، ہریع الزماں خراسانی اور نادری مشہدی وغیرہ شامل ہیں۔

۲۔ وہ شعرا جو کبھی قدیم اصول عروض و قافیہ کی پابندی کرتے ہیں اور کبھی مغربی تعلیم سے متاثر ہونے کے باعث جدید بحرین اور قافیوں کے نئے اصول بھی پیدا کرتے ہیں۔ ان کے اشعار کا موضوع زیادہ تر قومیت، سیاست، ملکی ہمداری اور سوسائٹی کی اصلاح ہوتا ہے۔ موجودہ دور میں اسی عادت کی کثرت اور انہی کو مقبولیت حاصل ہے۔ شہزادہ ایرج میرزا، ملک الشعراء بہار، عارف قزوینی، پور داؤد، حبیب یغائی، فرخی یزدی، کمالی اصفہانی، دہخدا، اشرف رشتی، حسام زادہ پازانگاؤ، فرهنگ طهرانی، رضا زادہ شفق، محمود خاں افشار اور سعادت یوری وغیرہ اسی طبقہ میں ہیں۔

گزشتہ فارسی شاعری کے مباحث و موضوعات کو ذیل کے سات عنوانوں میں تقسیم کیا جاسکتا ہے۔ عشقیہ، مدح و ہجاء، تصوف، فلسفہ، اخلاق، رزمیہ اور مرثیہ۔ موجودہ شاعری کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ اس عصر میں عشقیہ اور فلسفیانہ مضامین کافی پائے جاتے ہیں۔ مدحیہ کم ہے مگر جس قدر ہے اس میں انکوں کا ساتھ اور ناپسندیدہ غلو نہیں ہے، صوفیانہ شاعری بہت کم ہے۔ اخلاق میں قومیت، حب وطن، عزت نفس، آزادی، صبر و ضبط

عزم و ثبات، ایشاد و قربانی۔ اور غیرت و حمیت وغیرہ کے مباحث پر ازمنہ تا قبل کی نسبت بہت زیادہ کمایا گیا ہے۔ رزمیہ شاعری بالکل مغفود ہے۔ مثنویہ موجود ہے۔ اور ہجائیہ اور طنزیہ نظمیں بکثرت ہیں۔

موجودہ دور کی فارسی شاعری سلیس، سادہ، سنگفتہ و شیریں، رنگین و شمرنم، ولولہ انگیز اور جذبات آفریں ہے۔ روایت و قافیہ کی سنگفتگی، بحر و وزن کی موسیقیت مضامین کی شیرینی و لطافت اور نزاکت و معنویت ہر جگہ سادگی و سلاست کے پہلو پہ پہلو نظر آتی ہیں۔ اس عہد کی نظموں بلکہ غزلوں تک میں حقیقی ملکی و ملی جذبات۔ ولولہ انگیز طرزِ ادا و ادات و کیفیات اور جدید الفاظ و محاورات خاص طور پر قابلِ غور ہیں۔ عام طور پر طرزِ ادا آسان و سہل سادہ۔ محاکات و اُتعی اور جذبات فطری ہیں۔ نہ باریک بینی ہے نہ خیال آفرینی۔ نہ موشگافی ہے نہ بلند پروازی۔ دل کی نمایش ہے دماغ کی نہیں۔ فطرت صفت پر۔ آمد آور و پیر اور بے تکلفی و کلفت پر غالب نظر آتی ہے۔

زیر نظر انتخاب میں دورِ حال کے میں شعر کی منتخب نظمیں یا غزلیں پیش کی جاتی ہیں یہ سب سخنور اس عہد کی ادبیات کے صحیح نمائندہ اور ملک کے ممتاز و نامور سخن سنجوں میں شمار کئے جاتے ہیں۔ اور منتخبہ کلام ان حضرات کے بہترین اشعار و مضامین کے ہیں۔ یہ ہے۔ انتخاب کے وقت اس امر کو ملحوظ رکھا گیا ہے کہ وہ غزل و آزادہ بالائے تمام اشعار شعرِ ہر حاوی و شمل ہوتا کہ دورِ جدید کی شاعری پر مفصل نظر ڈالی جاسکے۔ ہجائیہ کلام کو دانستہً خارج کر دیا گیا ہے اس لئے کہ وہ مقامی اور بیخ مطلب ہو سکتی ہے۔ عام طور پر زیادہ دلکشی کا موجب نہیں ہوتا۔

انتخاب میں جن شعر کا کلام جمع کیا گیا ہے ان کے مختصر حالاتِ ناظرین کی مزید

دہچی کے لئے رنج کئے جاتے ہیں

۱۔ بہارِ اسلامی میرزا محمد تقی نام اور بہارِ تخلص ہے۔ میرزا محمد کاظم ملک اشعرِ صہبوری کے بیٹے ہیں۔

۱۳۰۲ھ میں مشہد میں پیدا ہوئے۔ مشہد میں اپنے والد اور دیگر فضلا سے عصرِ عربی فارسی کی تعلیم حاصل کی۔ ۱۳۲۲ھ میں والد کے انتقال کے بعد ادیبِ تہاوی اور میرزا عبدالحامد لدی کے سامنے زانوئے ادب تہ کیا۔ پھر مصنفِ لدولہ غلام رضا خاں گورنرِ خراسان کے دربار میں بادشاہی حاصل کی۔ ۳۷ صفتِ لدولہ کی سفارش پر مظفر الدین شاہ قاجار نے ملک اشعر کا خطابِ محنت کیا اور سالانہ وظیفہ مقرر کر کے مزید مراعاتی فرمائی۔

۱۳۲۳ھ میں تحریکِ شریعت کے آغاز سے ہی اس تحریک میں شریک ہو گئے اور ۱۳۲۶ھ تک علی اور قلی شرکت کرتے رہے۔ جلالتینِ دہلی میں اور خراسان کے اخبارات میں ان کے مضامین اور نظمیں کبھی اپنے نام سے اور کبھی فرضی ناموں سے شائع ہو کر تھیں۔ نظموں کی اشاعت سے بہار کو ملکِ بہر میں مقبول اور ہر مغربی

بنادار۔ ۱۳۲۹ھ میں آپ نے مشہد سے قزوین نامی روزنامہ جاری کیا۔ ان قزوینی تحریکوں پر صاحبِ قلم کی وجہ سے آپ کو بہت جانی و مالی مشکلات بھی برداشت کرنی پڑیں۔ دوبارہ وطنِ ہند کے لئے گئے۔ دو دفعہ بہار بند کر دیا گیا۔ لیکن آپ استقلال کے ساتھ تمام مصائب جھیلے رہے اور اپنی سرگرمیوں میں کوئی کمی نہ آئے دی۔

۱۳۳۶ھ میں جب قوم پرستوں نے طہران سے بغداد کو تسلطِ غنیمہ کر لیا تو ان کی جانب ہجرت کی۔ پہلے تو بہار بھی مہاجرین میں شامل تھے۔ واپسی کے بعد اپنے

پھر ”نوبہار“ کو طرانا سے جاری کیا۔ کچھ عرصہ تک آپ مجلس شورا ملی کے رکن بھی رہے۔ اس کے بعد سیاسیات سے کنز العمال کی تحریر ہو کر اب تصنیف و تالیف میں مشغول ہو گئے۔

”نوبہار“ کے سوا آپ ”دانش گاہ“ اور ”ایران“ کی ادارت کے فریض بھی انجام دیتے رہے ہیں۔ آپ کی تصنیفات میں سے ”نیزنگ سپاہ پاکیزان سفید“ (ایک مختصر ناول) اور تاریخ سیستان، خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔

۴۔ امیر محمد شاہ

میں میرزا محمد شاہ امیر سیستان، شاہزادوں کے استاد خاص طور پر تعلیم و تربیت پائی۔ فطرت کے نسیم و غریب اور جودت و کثرت کا جوہر و دلیت کیا تھا۔ سلطنت میں ولیعہد سلطنت مظفر الدین قاجار کے دربار میں ایرانی حاکم کی مظفر الدین شاہ ان کے کمالات سے اس قدر متاثر ہوا کہ تخت پر بیٹھنے کے بعد ان کو اکثر رسم و آدابوں پر مبنی کیا۔

جمہوریت کے قیام کے بعد ایران، وزارت مال، وزارت داخلہ اور وزارت معارف میں مختلف عہدوں پر تعین ہوئے۔ اور ہر جگہ اپنی سنی خدمات، وطن کی اور ماضی جلیلہ کی بدولت خراج تحسین حاصل کیا۔ لیکن یہ اہم خدمات بھی آپ کی علمی و ادبی مصروفیات میں حائل نہ ہو سکیں اور شعر و سخن کا شغل ان تمام زمانوں میں برابر جاری رہا۔ ۲۸ شعبان ۱۳۲۲ھ کو طرانا میں حرکت قلب بنام ہو جانے سے ”دفعاً“ آپ کا انتقال ہوا۔

۳۰
 ۳۔ فروغی مصطفائی | میرزا ابوالحسن خان نام اور فروغی متخلص ہے۔
 آپ کے والد میرزا محمد حسین خان ذکار الملک
 فروغی گزشتہ صدی کے نامور ادیب گزرے ہیں۔ اور آپ کے بڑے بھائی
 میرزا محمد علی خان ذکار الملک فروغی اس زمانہ کی اہم ملکی وسیع سیاحتیں
 شامل اور وزیر خارجہ کے ممتاز عہدے پر سرفراز ہیں۔

فروغی ۱۲۱۶ھ میں طہران میں پیدا ہوئے۔ مدرسوں میں اور مختلف استادوں
 سے تعلیم حاصل کی۔ اور فارسی، عربی، فرانسیسی تینوں زبانوں کو بجا کمال حاصل
 کیا۔ ادب کے سوا تاریخ، جغرافیہ، فلسفہ وغیرہ میں کامل دستگاہ رکھتے
 ہیں۔ آپ کا شمار اس قرن کے بہترین فضلا و حکما میں کیا جاتا ہے۔ طہران کے
 مدارس میں ایک رستہ تک آپ مدرسے کے فرائض انجام دیتے رہے۔ "دارالمعلمین"
 طہران کے قیام پر اس کے پسپاں مقرر ہوئے۔ اسی زمانہ میں آپ نے تعلیم و تربیت
 اور "تسمیۃ التبرید" (ایران کی) کے مجلہ ۱۳۱۵ھ میں نشری علامہ یونس
 شمس الدین نے لکھے۔ ۱۳۱۶ھ میں محکمہ معارف ایران کے نایندہ کی حیثیت
 سے "مجلس مستشرقین" میں شرکت کے لئے روس گئے۔ "مجلس مستشرقین"
 کے اجلاس منعقدہ ۱۳۱۶ھ میں پھر دولت ایران کی طرف سے نایندہ بن کر بغداد کو روانہ
 گئے۔ اور یورپ کے ممتاز فضلا سے ملاقاتیں کیں۔

آپ کی تصنیفات میں سے "مشید و شوق" و "سرمایہ سعادت" اور
 "اور آئی شیش" طبع ہو چکی ہیں۔ اور آپ کے مختلف مضامین اور نظریات مدرسے
 کا بورچہ ہیں۔ اب آپ علی زندگی سے کمادوش ہو کر عزت گزیر ہیں۔

میں بے حد خلق و تواضع ہے۔ اور وہی سادہ و سادہ سے قطعاً بے نیاز و بے پروا ہو کر امن و سکون کی زندگی بسر کرتے ہیں۔

۱۲۱۱ھ میں اصفہان کے ایک قصبہ ابرقہ

میں پیدا ہوئے۔ باپ نے لڑکپن ہی سے آئنگری کے پیشہ میں ڈال دیا۔ چند سال بعد اصفہان واپس ہوئے مگر پھر اسی خیال سمیت طران آکر وہیں مستقل سکونت اختیار کی۔

جوانی میں تعلیم کا شوق ہوا۔ خود ہی سواد خوانی حاصل کی۔ اور پھر مطالعہ کے ذریعہ علمی و ادبی کتابوں سے خود ہی اپنے شوقِ تعلیم کی تشنگی دور کرتے رہے۔ مبدیاً ہی سے طبیعت موزوں اور ذوقِ سلیم پایا تھا۔ شاعری بھی شروع کر دی۔ اور بخود دل میں یہ مرتبہ حاصل کیا کہ ایرج میرزا اور دہخدا جیسے مسلم استادان کو نواحِ تخمین پیش کرتے ہیں۔ اور ادیبانِ لک فرابانی سابلند پایہ ادیبان کی بابت لکھتا ہے۔

ابو الکمال کمالی خدائے انجان سخن بہ چکارِ قلقت جاسے کردہ جان سخن

اگر نہ کلاک تو طرح سخن در افکندے برادقما و سائین ملکست نشان سخن

دور و مشرقِ طبیعت میں احراق کی جہمت میں شامل تھے۔ ایک روز نامہ میر بھی ”چکار“ کے نام سے جاری کیا تھا۔ تصنیفات میں ان کے اپنے دیوان کے سوا ”مظالم نیرکانِ خاتون“۔ ”اور منتخبات اشعار صائبہ“ شایع ہو چکے ہیں۔

۱۲۱۸ھ میں یثرب و یثرب میر پیدا ہوئے

۱۲۱۸ھ میں یثرب و یثرب میر پیدا ہوئے

اور طہران و شہد میں ادیب نیشابوری شیخ حسین نجم آبادی - آقا سید کاظم غفر
فضلا کے عصر سے فارسی و عربی کی تعلیم حاصل کی۔ معانی و بیان - حکمت و فلسفہ
میں دہنگا و کاکل رکھتے ہیں۔ ۱۲۲۳ھ میں طہران آئے اور سرشتہ تعلیم میں
ملازم ہوئے۔ اور اب طہران یونیورسٹی میں ادب کے پروفیسر ہیں۔

آپ کو فطرت نے غیر معمولی ذکاوت اور حافظہ عطا کیا ہے۔ اور آپ فصیح و
بلیغ مقرر اور بلند پایہ مصنف بھی ہیں۔ آپ کی تصنیفات میں "سخن و سخنوران"
چار جلد میں ہے۔ جس کی پہلی جلد شائع ہو چکی ہے۔ "منتجات اشعار فردوسی"
بھی چھپ گئی ہے۔ "تاریخ ادبیات ایران" تاحمد غزنوی "اور علم بیان و منطق و
فلسفہ پر چند کتابیں ابھی شائع نہیں ہوئیں۔

۶۔ **دہخدا** | میرزا علی اکبر خاں نام ہے۔ دہخدا اور دعو کے ناموں
سے ان کی نظیں سایل میں شائع ہو کر تکی تھیں۔ ان
کے والد فروین کے متوسط الحال اشخاص میں تھے جو ترک سکونت کر کے طہران آ گئے
تھے۔ ۱۲۲۳ھ میں یہ طہران ہی میں پیدا ہوئے۔ دس سال کے تھے کہ باپ کا انتقال
ہو گیا۔ اور جائداد وغیرہ تلف ہو گئی۔ مگر ان کی والدہ نے تمام مصائب کا استقلال
سے مقابلہ کیا اور بچوں کی بہترین تعلیم و تربیت کی۔

ان نے شیخ غلام حسین کے پاس جو اس زمانہ کے فضلا میں شمار ہوتے تھے
دہخدا کو تعلیم کے لئے بھیج دیا۔ انھوں نے لڑکے میں جو ہر قابل پاکر بچہ توجہ سے
تعلیم دی اور تمام علوم ادبی محنت سے سکھائے۔ اسی زمانہ میں دہخدا کو شیخ
ہادی نجم الدین کی خدمت میں حاضر ہونے کا بھی موقع ملا تھا۔ جسب

طهران میں ”درسہ سیاسی“ کی بنیاد پڑی تو دہخدا وہاں داخل ہو گئے۔ تعلیم کے دوران ہی میں معاون الدولہ ایرانی سفیر نکر یورپ روانہ ہوئے تو ان کو ساتھ لے گئے۔ اور دو سال دہخدا یورپ رہے۔

اسی زمانہ میں ایران میں آزادی وطن کی تحریک بترشح ہوئی۔ اور دہخدا بھی پوسے جوش سے اس تحریک میں شریک ہو گئے۔ تصور اسرافیل کی ادارت انہی ایام میں ان کی سپرد ہوئی۔ جب محمد علی شاہ معزول نے ”مجلس ملی“ کو توڑا اور قوم پرستوں کو بلائیں نازل کیں تو دہخدا اور احمد کے ساتھ دہخدا بھی ملک بدر کئے گئے۔ یہ اول مرتبہ گئے۔ پھر قسطنطنیہ آئے۔ اور وہاں سے ”سروش“ نامی اخبار جاری کیا۔ ایران میں دوبارہ جمہوریت کے قیام پر قوم پرستوں نے دہخدا کو قسطنطنیہ سے واپس بلالیا۔ اور وہ ”مجلس ملی“ کے رکن کی حیثیت سے قومی خدات انجام دیتے رہے۔ جنگ یورپ شروع ہوئی تو یہ کئی سال کے لئے گوشہ نشین ہو گئے۔

بعد ازیں دہخدا نے ”درسہ سیاسی“ طهران کے پرنسپل کے عہدہ کو قبول کر لیا۔ اور تصنیف و تالیف میں مشغول ہو گئے۔ ”کتاب حکم و امثال فارسی“ چار جلد میں ہے۔ جس میں سے ایک جلد شایع ہو چکی ہے۔ دوسرے جلدیں غلطاً ”رحمان“ اور ”روح القوانين“ اور دو اخات، ایک فرانسیسی سے فارسی میں اور دوسرا خود فارسی کا مکمل لغت ابھی شایع نہیں ہوئے ہیں۔

پروین اعتصامی
پروین خاتم اعتصام الملک میرزا یوسف خاں
اعتصامی کی بیٹی ہیں۔ ۱۳۱۱ھ میں طهران
میں پیدا ہوئیں۔ باپ نے تعلیم و تربیت کا خاص اہتمام کیا تھا۔ گریس اسکول

سمجھنے کے سوا خود بھی درس دیتے تھے چنانچہ پروین خانم بہت تھوڑے عرصہ میں عربی، فارسی اور انگریزی ادبیات سے بخوبی واقف ہو گئیں۔ تحصیل علم کے ساتھ ان کو شاعری کا بھی شوق ہوا۔ فیاض حقیقی نے ذہن نقاد اور طبع وقاد عطا کی تھی۔ سنخوروں میں شمار ہوئیں اور بلند پایہ رسالے ان کی نظموں کو شائع کرنا باعث شہرہ سمجھا۔ غزل کم اہی ہیں۔ اور زیادہ تر نظمیں قومی اور اصلاحی رنگ کی ہوتی ہیں۔

۵۔ پور داؤد امیرزا ابراہیم خاں نام ہے۔ ان کا خاندان رشتہ الہ آباد کے مشہور اور ممتاز تاجروں میں شمار کیا جاتا ہے۔ ۱۸۷۱ء

۱۳۱۶ھ کو رشت میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم وہیں حاصل کی۔ پھر طران گئے۔

اور وہاں طب یونانی حاصل کی۔ ۱۳۱۶ھ میں بغداد اور بیروت گئے۔ بیروت میں

تحصیل علم کے بعد ۱۳۲۰ھ میں پیرس پھونچے۔ اور یونیورسٹی میں قانون کی تعلیم

حاصل کرنے کے لئے داخل ہو گئے۔ یورپ میں جنگ عظیم کے چھڑ جانے پر فرانسیسی

سے نکل کر برلن اور بغداد میں مقیم ہوئے کرامت شاہ آسے اور "رشتخیز" اخبار جاری

کیا۔ ۱۳۲۴ھ میں پھر برلن چلے گئے۔ اور ایک مدت بعد ۱۳۲۶ھ میں رشتہ کو

مراجعت کی۔

پور داؤد سخت متعصب وطن پرست ہیں۔ آپ کو عربوں سے خاص عداوت ہے۔

چنانچہ عربی علوم اور عربی الفاظ کا نام و نشان بھی آپ ایران میں دیکھنا پسند نہیں

کرتے۔ اور قدیم ایرانی زبان اور روایات کو زندہ کرنے کے حامی ہیں۔ پیرس میں

قیام کے زمانہ میں آپ نے وہاں ایرانیوں کی ایک انجمن قایم کی تھی۔ اور برلن چکے

طویل قیام میں بھی برابر ملکی مفاد کے لئے پروپاگنڈا کرتے رہتے تھے۔ وطن کی شہرہ

دبزنطی کے زمانہ سے متعلق بھی ان کی بہت سی قومی لٹریں یادگاہ ہیں۔

رشت میں کچھ مدت رہنے کے بعد آپ بمبئی اور پھر برلن گئے۔ اور اس زمانہ میں برماہوا دستا کے مختلف حصوں خوردہ اوستا۔ ایشٹ۔ سینا اور گاتھا وغیرہ کے ترجمہ و تفسیر میں مصروف رہے۔ اب کچھ عرصہ سے آپ ڈاکٹر ٹیکوہر کی یونیورسٹی "شانتی نکتین" میں پروفیسر ہیں۔ آپ کا دیوان "پورا ندرخت نامہ" بھی میں طبع ہو کر شایع ہو چکا ہے

۹۔ **محفل خاں افشار** ۱۳۱۳ھ میں نزد میں پیدا ہوئے۔ تیرہ سال کی عمر میں بمبئی آئے۔ تین سال یہاں تعلیم

حاصل کر کے طہران کے مدرسہ سیاسی میں داخل ہوئے۔ انیس سال کی عمر میں یورپ گئے۔ یورپ کے ہشت سالہ قیام میں جرمنی۔ سوئٹزرلینڈ۔ فرانس۔ انگلستان وغیرہ تمام ممالک کی سیاحت بھی کی۔ اور لوزان یونیورسٹی میں سیاسیات میں ڈاکٹری کی سند حاصل کر کے ۱۳۲۲ھ میں طہران واپس آ گئے۔ اول "مدرسہ سیاسی" میں سیاسیات و اقتصادیات کی تعلیم پر مامور ہوئے۔ بعد ازاں کمرشیل کالج کے پرنسپل مقرر ہو گئے۔ اور کچھ مدت سچی کے عہد پر بھی فائز رہے۔

یورپ کے قیام کے زمانہ ہی سے ڈاکٹر خاں افشار کا شوق تھا اور سیاسیات تو آپ کا خاص مضمون تھا۔ آپ مضامین بھی لکھتے تھے۔ جو لندن اور لوزان کے رسائل کے علاوہ جبل المیتین (کلکتہ) اور طہران کے بلند پایہ رسائل۔ ایران شفق وغیرہ میں شایع ہوتے رہتے تھے۔ اسی زمانہ میں آپ نے ایک کتاب

”دول یورپ کی ایران میں سیاسی جدوجہد“ پر فرانسیسی زبان میں لکھی جو برلن میں طبع ہو کر شائع اور مقبول ہوئی۔ طہران سے ۱۳۵۰ھ میں ایک ادبی اور سیاسی سالنامہ ”آہینہ“ نکالا۔ جو کئی سال تک جاری رہا۔ آپ کو شعر و سخن سے خاص ذوق ہے۔ اور آپ کا شمار موجودہ دور کے مستند اہل قلم اور بلند پایہ شعرا میں کیا جاتا ہے۔

۱۔ ار رضا ان شفق | آقاے رضا زادہ شفق تبریزی پیدا ہوئے۔

اول ہیں بہترین عربی فارسی انگریزی تعلیم حاصل کی اس کے بعد یورپ گئے، جرمنی و فرانس وغیرہ کی سیاحت کی۔ اور اعلیٰ تعلیم حاصل کر کے پی۔ ایچ۔ ڈی کی ڈگری پائی۔ شہرے عصر حاضر میں آپ خصوصیت کے ساتھ فکر و فہم و ذہن و قفا و قلب حساس کے مالک ہیں۔ ان کے دو مرثیہ ہم نے انتخاب کئے ہیں جو انہوں نے اپنے والد اور بھائی کی وفات پر لکھے ہیں۔ ان مرثیوں سے ان کا جو ہر سخن خوب چمکتا ہے۔

مرثیہ اصنافِ سخن میں نہایت قدیم چیز ہے۔ اور اس میں فنک نہیں کہ تاثرات قلبی کے آئینے سب سے بہتر غزل و مرثیہ ہی ہیں۔ یہ دونوں جذبے دل کی ایک ہی گہرائی میں پیدا ہوتے ہیں اور سطح بیان پر اگر دیوں پر یکساں اثر کرتے ہیں۔ مرثیہ کے اسلوب بیان میں سے اس خاص پہلو پر غور و نظر ضروری ہے کہ مرثیہ اگرچہ شخصی کیفیت اور ذاتی تاثر کا پرتو ہوتا ہے تاہم ادبی حیثیت سے وہ ایک ذات خاص سے نہیں بلکہ قوم و ملک اور زمانہ و باغِ ادب سے تعلق رکھتا ہے۔ اس لئے مرثیہ میں دردِ عالم اور غم و ماتم کے بیان سے اخلاق و عبرت کا مضمون پیدا کرنا مرثیہ کو محاسنِ شاعرانہ میں شامل ہے۔ یہ صفت رضا زادہ کے ان مرثیوں میں نہایت حسن و خوبی

اور لطف و اثر کے ساتھ موجود ہے۔ آپ آج کل طہران پر نمودار ہیں پر وفیسر ہیں۔ اور ملک کے نامور ادبا و فضلا میں شمار کئے جاتے ہیں۔

۱۱۔ اشرف رشتی | سید اشرف الدین الحسینی نام اور نسیم شمال

رشت میں پیدا ہوئے۔ وطن میں عربی و فارسی کی تحصیل کرنے کے بعد کابل کے لئے ^{۱۳۰۷ھ} ۱۹۰۷ء میں مشہد مقدس گئے۔ پانچ سال میں علوم متداولہ کی فراغت کے بعد رشت واپس آ گئے۔ اور خوشنویسی کے ذریعہ بسر اوقات کرتے گئے۔ اسی زمانہ سے ”نسیم شمال“ نامی پرچہ جاری کیا۔ جمہوریت کے قیام کے بعد طہران آئے اور ”نسیم شمال“ یہیں سے شایع کرنے لگے۔ رشت میں ان کے پرچہ کو اس قدر مقبولیت حاصل نہ تھی لیکن طہران میں لوگ اسے ہاتھوں ہاتھ لینے لگے۔ ^{۱۳۴۴ھ} ۱۹۲۴ء میں جنون کے مرض میں مبتلا ہو گئے۔ اس زمانہ سے اعزہ اور رفقا سب نے کنہہ کشتی کر لی۔ اب نہایت سنگدستی میں مبتلا ہیں اور زندگی کے دن گزار رہے ہیں۔

ان کے اشعار کی تعداد بیس ہزار کے قریب بتائی جاتی ہے۔ کلام کے دو مجموعہ ”باغ بہشت“ اور ”نسیم شمال“ شایع ہو کر قبول عام اور بقا سے دوام کی سند حاصل کر چکے ہیں۔ ایک ناول ”عزیز و غزال“ بھی آپ کی تصنیف سے ہے اور طہران میں طبع ہو چکا ہے۔

۱۲۔ حبیب یغمانی | میرزا حبیب نام اور قاجار سی دور کے مشہور

ہنر کو شاعر۔ یغمانے جندقی کے پوتے ہیں۔ ^{۱۳۲۰ھ} ۱۹۰۰ء میں جندقی کے ایک گاؤں خوار میں پیدا ہوئے۔ جندقی اور طہران

میں تعلیم کو تکمیل کی حد تک چل گیا۔ کچھ مدت سمنان میں سرشتہ تعلیم میں ملازم رہے۔ اس کے چند سال بعد سے طران یونیورسٹی میں فارسی ادب کے پروفیسر ہیں۔

آپ کی تصنیف ”شرح حال نغیا و جغرافیاے جندرق و بیابانک“ کے دیباچہ میں میرزا عباس خاں اقبال آشتیانی لکھتے ہیں:-

”اس کتاب کا مصنف ... صاحب ذوق اور لطیف طبع شاعر

میں سے ہے۔ آپ کا کلام قدما کے مانند پختہ مگر جدید روش پر ہے۔ اس دور میں جب کہ ہر شخص شاعر اور مصنف بن بیٹھا ہے، ایسے بکمال شخص کو فضائل

لائق ستائش ہیں۔ (ترجمہ) آپ کے اشعار کی تعداد کئی ہزار تک پہنچتی ہے۔ جو اکثر رسائل میں طبع ہوتے رہے ہیں اور کتب درسی میں شامل ہیں۔ آپ کی دیگر تصنیفات ”حالات افغان“ ”شرح حال نیوچری“ ”مقامات جمہبی“ اور ”تاریخ ادبیات ایران قیل از اسلام تا عہد حاضر“ ہیں جو ابھی طبع نہیں ہوئیں۔

۳۱ **امیر شیرازی** ان کے اجداد میں امام علی خاں دالی نادر تھے اور شاہ عباس اعظم کے عہد میں انہوں نے کارہائے نمایاں انجام دیے تھے۔ مدرسہ خان، شیراز میں اور ”پل مروست“ ان سے یادگار ہیں۔ ان کے والد کا نام میرزا علی خاں تھا۔ شاہ ناصر الدین قاجار کے جتنی ولادت کے دن صفر ۱۲۸۳ھ میں شیراز میں پیدا ہوئے۔ اور اسی مناسبت کو ان کا نام ناصر الدین رکھا گیا۔

سالار نے عربی و فارسی کی تفصیل شیراز میں کی۔ پھر انگریزی حاصل کرنے کے لئے ہندوستان کا سفر کیا۔ لیکن یہی میں تیر اندازی اور شہسواری کے فن کمال شوق سے حاصل کئے تھے۔ فراغتِ علم کے بعد توام الملک میرزا حبیب اللہ خاں کے سکریٹری ہو گئے۔ جب توام الملک کی نظامِ سلطنت سے جنگ ہوئی ہے۔ تو بیشک کے سردار تھے۔ توام الملک کو فتح نصیب ہوئی تو ان کو کارہائے نمایاں کے سلسلہ میں "سالار جنگ" کا خطاب عطا ہوا۔ اس کے بعد بھی مدت تک ملکی و سیاسی خدمات انجام دیتے رہے۔ اب اپنی ذاتی ریاست میں ادبی مشاغل میں مصروف ہیں۔ اور شیرازی لٹریچر سوسائٹی کے صدر ہیں۔ آپ کے اشعار اکثر رسائل میں طبع ہوتے رہتے ہیں۔ آپ کا شمار موجودہ دور کے قادر الکلام اور خوش فکر شعرا میں کیا جاتا ہے۔

۱۴۔ سوادِ نوری | آقائے میرزا حسین خاں سوادِ نوری ایران

دنوجوانی میں اپنی طبعِ سلیم کی رہنمائی سے اس قدر صمیم ذوقِ شعر و ادب پیدا کر لیا جو مستحیات میں شمار کرنے کے قابل ہے۔ شاعر و ادیب کے ساتھ آپ صاحبِ تصنیف بھی ہیں۔ آپ کے ذوقِ سلیم اور نقدِ ادب کا ایک نمایاں نمونہ ان کی تالیف "گہما گہما" ہے۔ جس میں شعرا کے معاصرین میں سے ۴۷ مشاعرِ سخن کے بہترین آثارِ شعری کا انتخاب کیا گیا ہے۔ اس مجموعہ کے سر آغاز دیباچہ میں وجہ تالیف یوں بیان کرتے ہیں۔

صرف نظر از کتبِ متقدمین آثارِ شعرا کے معاصرین تقدیرِ صورتِ طبعِ نئی ملیند و چہ

رچشمہ نوش "تیر شہاب" پریشان "شکرستان" اور "نخل آباد" کی ہیں۔
ان میں صرف آخری دو طبع ہوئے ہیں۔

۱۶۔ شوریں شیرازی حاجی محمد فصیح الملک شور پورہ شیراز میں پیدا ہوئے۔ فارس نامہ ناصری میں انھوں نے

خود اپنی ولادت کا سال ۱۰۹۰ھ لکھا ہے۔ اور حسب ذیل اشعار نامہ کئی دہائیوں پہلے
از ہزاروی صد افزوں و زوال بست بہت
گفت و زانکہ مات بہ گفتش ماتم چو را و
ایک اعداد جل را چو زہر آرد آہن،
رفتہ بود از سال ہجرت ہفت سال و ہفت روز
سال تاریخ عمر گفتن نمی دانم، سنہ ۱۰۹۰ھ

آپ کا نسب نامہ اپنی شیرازی مصنف "سحر حلال" تک پہنچتا ہے۔ سات
سال کے تھے جب چچک میں مبتلا ہوئے اور بنیائی سے محروم ہو گئے۔ نو برس
کی عمر میں باپ رحلت کر گئے۔ تو ماہوں کے زیر سایہ تربیت پانے لگے۔ لیکن
باوجود ان نامساعد حالات کے طبع سلیم، ذکاوت فطری اور عالی حوصلگی کی
بنا پر وہ نیک نامی حاصل کی کہ غیر فانی شہرت کے مالک بن گئے۔

زمانہ طفولیت ہی میں اپنے امیوں کے ساتھ حج کا شرف حاصل کر لیا تھا۔

۱۱۳۰ھ میں نظام السلطنت حسین قلی خاں کی مصاحبت میں داخل ہوئے۔

اور ان کی وساطت سے شہزادہ امین السلطان کی خدمت میں باریاب ہوئے۔

ناصر الدین شاہ اور مظفر الدین شاہ کی مدح میں بھی آپ نے قصائد کہے ہیں۔

ایک بار ناصر الدین شاہ قاجار کے دربار میں فی البدیہہ یہ رباعی سنائی تھی

جس کے صلہ میں "فصیح الملک" کا خطاب مرحمت ہوا۔

زخم بدرگہ شہ و خزانہ شنائے شہ احنت شہ شنیدم و چشمم و را ندید
چون مصطفیٰ کرد شہب معراج سکو عرش روئے خدا ندید و ندا سے خدا شنید
۱۳۱۴ھ میں طران سے شیراز آئے اور ۱۳۲۲ھ میں وہیں شادی کی آپ کی اولاد
۱۳۲۴ھ میں آقا حسین شفیقتہ اور آقا حسن احسان بھی اس عہد کے خوش فکر حضرات میں۔
۱۳۲۵ھ کو شیراز ہی میں انتقال ہوا۔ اور حضرت شیخ سعدی کے
قریب دفن ہوئے۔ آپ کے کلام میں قصائد، نزل، قطعہ، رباعی، مایرخ سب
کچھ ہے۔ اور فارسی شاعری میں کلاسیکی نظم کا درجہ رکھتا ہے۔

اعلیٰ حضرت ضامن شاہ پہلوی کی تخت نشینی کی تاریخ تفتون طبع کے لئے درج ہے۔

اے امیر شکر اے محمود راد اے شکر بہت راز شاہ یونوی
تعمیہ تاریخ بس صعب است لیک گفت شوریدہ فصیح بس سوزی
از رضا خاں نام احمد پادشا در عدد کم شد فزوں شد پہلوی

$$۱۷۵۲ - ۱۶۹۱ = ۱۲۹۱ + ۵۲ = ۱۳۴۳ھ$$

فتح الملک نے اپنی وفات سے بہت پہلے خود اپنی انتقال کی تاریخ نکالی
تھی۔ اور اٹھارہ شعر کا قطعہ کہا تھا۔ صرف تاریخ کا شعر نقل کرتا ہوں۔
سال نوتم بریم دوم این مصرع گشت شد شوریدہ بجاں جانب منان رحیم

۱۳۴۳ھ میں قزوین | میرزا ابوالقاسم ششم ہمارے ۱۳۴۳ھ میں قزوین

کے ساتھ ہی موسیقی اور خوشنویسی میں ہمارا پیدا کی۔ اور پچھڑت "روضہ نوحی"
کرتے رہے۔ ۱۷ سال کی عمر میں "خانم بالا" ایک حسینہ سے عشق ہو گیا۔ اور

اپنے اور اس کے اعزہ کے منشا کے خلاف شادی کر لی۔ چند سال بعد دوبارہ پڑنے کی وجہ سے طلاق دینی پڑی۔ مگر پھر دونوں نے ہرگز دوبارہ شادی نہ کی۔
 ۱۳۱۵ھ میں رشتہ گئے اور ۱۳۱۶ھ میں طہران آکر موثق الدولہ اسیر کی مصاحبت میں داخل ہو گئے۔ اس کے بعد وزیر اعظم اور شاہ مظفر الدین قاجار کے درباروں میں رسائی حاصل ہو گئی۔ لیکن مزاج میں آزادی تھی۔ دربار دارمی اور نیدی پسند طبع نہ ہوئی۔ تحریک جمہوریت کے شروع ہوتے ہی سب کچھ چھوڑا حرار کی جماعت میں پیش پیش ہو گئے۔ اور جب احرار کو ایران سے ہجرت کرنی پڑی تو یہ بھی قسطنطنیہ چلے گئے۔

عارف قولاً اور فعلاً ہر طرح آزادی کے علمبردار ہیں۔ انقلاب کے زمانہ میں آپ گاؤں گاؤں کا دورہ کر کے اپنی غزلیں گاتے اور ملک بھر میں آگ لگاتے پھرتے۔ طاغ اور سرکش امرا و حکام کے خلاف آپ برابر علم جہاد بلند رکھتے تھے۔ چنانچہ ایک بار میرزا احمد خاں قوام السلطنت وزیر نے آپ کے باغیانہ اشعار بالخصوص اس شعر کی وجہ سے جس میں خود اسی پر حملہ تھا آپ کو قید کر دیا تھا۔

اے کسے را کہ دریں ملک سیلماں کردند ملت امر و زبانیہ کہ او اہرین است
 ہارن نے نئی نئی بحریں اور اوزان ایجاد کئے ہیں۔ جن کو صرف ماہرین موسیقی ہی گاسکتے ہیں۔ اس قسم کی نظموں کے سوا آپ کا کلام زیادہ تر غزلیات پر مشتمل ہے۔ آپ کا دیوان ۱۳۱۳ھ میں برلن میں چھپ چکا ہے۔ جس پر دکتر رضا زادہ شفیق نے مقدمہ تحریر کیا ہے۔ آپ کے اشعار لطیف جذبات قومی سے لبریز ہیں۔ اور سننے سننے والوں کے جذبات ملی کو برا نگہ کر تے ہیں۔ آپ کی غزلیں قومی

محققوں میں گائی جاتی ہیں۔ اور آج بھی قادیان و سامعین ان پر سر دھنتے ہیں۔
۸۔ غلام ہمدانی آقا محمد یوسف زادہ غلام پسر حجۃ الاسلام آقا سید
 یوسف ہمدانی۔ رجب ۱۲۹۲ھ میں نجف اشرف میں
 پیدا ہوئے۔ نجف اشرف اور ہمدان میں عربی و فارسی کی تعلیم پائی۔ اور علوم و فنون
 متداولہ کی تحصیل کی۔ دورہ مشروطیت میں آپ احرام کے لیدر تھے۔ آزادی وطن
 کی خاطر آپ نے بہت مشقتیں جھیلی ہیں۔ ہمدان سے ۱۳۲۵ھ میں آپ نے "الفت"
 نامی اخبار جاری کیا۔ اور "انجمن اتحاد قائم کی۔ جو کئی برس تک احرام کا لبادا وادی
 بنی رہی۔ ۱۳۳۳ھ میں مشروطیت کے قیام کے بعد آپ سیاسیات سے کنارہ کش
 ہو گئے۔ اور صرف بعض اوقات ضرورتاً منظر عام پر آتے ہیں۔ ورنہ تجارتی و ادبی مشاغل
 میں مصروف و قومی و ملکی مسائل سے علیحدہ ہیں۔

غلام کا کلام زیادہ تر غزلیات پر شامل ہے۔ آپ کی غزلوں کے دو مجموعے شایع
 ہو چکے ہیں۔ فلسفہ و ملکیت، پند و موعظت کے مضامین آپ کا خاص موضوع ہیں جن پر
 آپ غزل کی سادہ و سلیس ہنگشتہ و شیریں زبان میں پیش کرتے ہیں۔ اور بنسبت اور عجیبہ
 الفاظ اکسین نہیں نظر آتے۔

۱۹۔ فرخ خراسانی امیرزا سید محمود جو اہری ۲۳ جمادی الاول ۱۳۱۲ھ
 کو شہد مقدس میں پیدا ہوئے۔ آپ کے والد میرزا
 سید احمد "آقا جو اہری" خراسان کے شہور اہل علم و فضل میں شمار کئے گئے ہیں
 فرخ نے باپ کے زیر سایہ عربی و فارسی علوم و ادب کی تعلیم پائی۔ اور تحصیل علمی کے بعد
 سبابت دغیرہ میں مصروف ہو گئے۔ ۱۳۲۵ھ میں روس، اجرنی، فرانس و غیرہ کی

سیاحت کی۔

شعر و سخن میں آپ نے کم عمری ہی میں استادوں کی سی مشق و قدرت بہم پہنچائی تھی۔ آپ کے اشعار کا جوہر روانی و شگفتگی اور سلاست و شیرینی ہے۔ اور آپ دور حاضر کے خوش گو اور صاحب فن باکمال سخنوروں میں گنے جاتے ہیں۔

۲۰۔ فرخی نردی | میرزا محمد فرخی ^{۱۳۱۱ھ} میں یزد میں پیدا ہوئے۔ تحصیل علم کے بعد کسب معاش اور دنیا داری میں مصروف ہو گئے۔ تحریک انقلاب شروع ہوئی تو یہ بھی اس میں شامل ہو گئے۔ ^{۱۳۲۲ھ} ۱۹۰۴ء کے جشن نوروز کے موقع پر پاک پرچم پر چڑھ کر سنا یا جس کا مطلع یہ تھا۔

عید جم شدے فریدوں خوبت ایراں بہت مستبدی خمے خفاکی است ایں خند ز دست
حالیا کر سلم و تور انگلیس دروست ایراں سرا پا دستگیر و پاے بست
ہر کہ ازادہ تمدن ترک بے مسری کنی
در رہ مشروطہ اقدام منوچہر مسری کنی

حقیقت میں یہ مسدس عجیب طوفان انگیز اور ولولہ خیز نظم جو ضیغم الدولہ قفقازی حاکم یزد اس قدر آپ سے باہر ہوا کہ اس نے حکم دیدیا کہ فرخی کا منہ سی دیا جائے۔ اور قید کر دیا جائے۔ چنانچہ مدت تک فرخی قید میں اور سند کے زخموں کے شدید میں گرفتار رہے۔ اور اس کے اثر سے اب بھی گفت و صاف اور واضح نہیں ہے۔ قید سے رہا ہونے پر آپ کا قومی جوش اور خدمت ملک کا جذبہ اور بھی تیز ہو گیا۔ اور آپ پوری سرگرمی سے اصلاح ملک قوم کے کام میں مصروف ہو گئے۔

یورپ کی جنگ عظیم کے زمانہ میں فرخی بغداد اور کر بلا کو ہجرت کر گئے۔ وہاں سے انگریزوں نے نکالا تو موصول ہو گئے۔ پھر ایران واپس آئے تو روسیوں کے ہاتھ میں گرفتار ہو گئے اور عرصہ تک قید رہے۔ پھر قفقاز الدولہ اور سید ضیاء الدین طباطبائی کے عہد وزارت میں دوبار قید ہوئے۔ ۱۳۲۰ھ میں آپ نے ”طوفان“ جاری کیا جو اپنے عہد کا بہترین ادبی و سیاسی اخبار تھا۔

۱۔ انقلاب روس کے جشن دہم کے موقعہ پر آقاے فرخی یزدی - آقاے شیروانی مدیر روزنامہ میں - اور شاہزادہ سلیمان میرزا روسی دعوت کے جواب میں پاسکو گئے۔ فرخی نے واپسی پر اپنا سفرنامہ اور اس زمانہ کے تاثرات ”طوفان“ میں شائع کرنے شروع کئے لیکن حکومت نے اخبار بند کر دیا تو یہ سلسلہ بھی مسدود ہو گیا۔

۲۹۔ ۱۳۳۰ھ میں آپ یزد کی طرف سے مجلس ملی کے ممبر منتخب ہوئے۔ مجلس میں اکثریت حکومت کے حامیوں کی تھی اور فرخی مخالفین کے سرگرم تھے۔ اس لئے آپ کو اکثر تنقید و ملامت کا آماجگاہ بننا پڑتا تھا۔ غرض آپ نے اپنی پوری عمر قومیات کے لئے وقف کر رکھی ہے۔ اور اس قرن کے وطن پرستوں میں آپ کا نام نہیں حرف میں نمایاں کئے جانے کے قابل ہے۔

آپ کی منظومات، غزلیات اور رباعیات قومی جذبات اور جوش ملی سے لبریز ہیں۔ آپ نہایت زود گو اور پرگو تو قادر الکلام شاعر ہیں۔ عموماً چند منٹ میں پوری غزل کہہ لیتے ہیں۔ آپ کا کلام ابھی تک علیحدہ کتابی صورت میں شائع نہیں ہوا۔

محمد طاہر فاروقی

مارٹن محل، آگرہ۔

یکم مارچ ۱۹۳۶ء

منظومات

ملک الشعرا میرزا محمد تقی بهادر خراسانی

کل الصيد فی جوف الفراء

مرغ نوبت کو فلند از فر شعر و شاعری
 فرخی و عجبندی و زینتی و عنصری
 به چنانی که بهغت اختر گنبد نیلوفری
 اینست خوش بازار گانی آفت الاشری
 ز آنکه چاه محمود را بدیده شاعر پروری
 با کمرهای سر صق با قباهاست نوری
 گسترانیده مجلس فرش پای عبقری
 شوق خدمت در سر و دست زش مری
 دهر باری چادر پور افکنده مهر ماری
 مال نصرت و رکنار و فضل و حکمت به مری
 تا که بودش بر سخن بجان دوزال به مری

چادرن در یک ناں جسته دوداسی
 جاه و آب و کی شده تازه زین چادر استاد
 در که بهمود باشد زین چادر شاعر فروغ
 ز در فر شاد و بهر شاعر از بهر پشت پیل
 بود کار شاعران در حضرت غنی بکام
 بهر خدمت هر یک نیکو غلام داشتند
 استنایده بدر که مرکبان اهور
 در حضر بهر از خسر و در سفر بهر از شاد
 چرخ بر این چادرن بگماشت چشم و لطفت
 با چنان شمع است که بودند آن اساتید بزرگ
 بنده کاند و دوشاگردان بر استاد طوس

در سخن فردوسی فرزانه را با انوری
 کے اندیا و ساد طوس لاف ہمسری
 چوں کند با دست موسیٰ سحرے سامری
 رتبہ دانائے طوسی رتبہ پیغمبری
 شاعرے را شعر سختمے شاعرے اسیر سری
 اینکی ہر و شریعت اینکی صوفی گری
 از بیخ و وصف عشق پند چوں خوش بندری
 در مقام کینہ تو ز می چوں پلنگ بر بری
 روح را ہر نفسہ اش سازد یکے خنیاگری
 کاندرا آئنا لفظا با معنی شما ہمہ سری
 بستہ از انداز خوش یکدستہ گلبرگی
 فیلسوفی با دشاہی، گریزی، کندوری
 وال مصنفتا شعر شد و آن شعر باشد و قری
 کو تو ایں نغمہ را بہفت با افسو گری
 ہرگز از اشعار او ناید نشان ہمہ سری
 نشو می از شعر بایش بوسے دالا گوہری
 شعر از ہندو گوید شعر کافر کافری
 ہرچہ در شماست است آثار و الا خبری
 بر نہاں لفظ درمی - جاسے بان داری

من عجب نام اذان مردم کہ ہم پہلو نہند
 انوری ہر چند باشد اوستائے بے میل
 سحر ہر چند اں قوی عاجز شود با معجزہ
 شاہنامہ ہست بے غراق قرآن مجسم
 شاعرے را شعر ہل و شاعرے اشعر صعب
 آں یکے پند فصیح آں یکے عشق مدح
 بہترین شعرے ازیں اقسام و شہنامہ است
 در مقام چارہ سازی چوں پریشکی چہیت
 چوں دم از تقییر و از توحید پر دانی زند
 داستانہا بستہ چوں بخیر و بلا دیں ہم
 باغبان و ش از بہر ہر داستانے نو بہو
 چند روح اندر یکے شاعر بہیراں و قتاد
 زیں طباع مختلف سرزد صفات مختلف
 شعر شاعر نغمہ آواز و روح شاعر است
 فی الکمل گو شاعرے بہتر نباشد و منش
 در نہ باشد شاعرے اندر منش الا گہر
 ہر کلامے باز گوید فطرت گویت را
 بزبان مخمر و الائے سر و سی بود
 نسبت بہ غیر کہ دادند اہل فردوس ہیں

نے عجب گر خازنِ فردوس فردوسی بود
عیب بر شمسامہ و گویندہ اش ہرگز نہ کرد
گر نہ با افسارِ قانونِ شائ بد پہچاند پوز
کس بدیشان نگردد کہ چہ زن و فرزند شائ
ہر کسے مشہور شد این قوم بدخواہ و پسند
این داں با سعدی و حافظ ہمیل زنِ شمسامہ

کو بود بے شبہ رب النوع گفتارِ درسی
جز کسے کش نیست عقل از دہمت لایقی
از برستان دانش شک یزداد زخمی
لا جو دم بزم بزرگانند و خصمے منفردی
زانکہ بوم شوم باشد دشمن بیک درسی
کہ چہ رود بعد و خلق انداں تباں آذری

مح فردوسی شنیدم از شجاع الملک و گشت
شطرے اندر شمر گشت از سال ماہ اوستاد
سی صدوسی یا بسالے کمتر از ماہ و بر تباد
دہ ادا ایل چار صد شد اسیرے شمسامہ اش
بر دسی و پنج سال اندر کتاب خویش پنج
زر بکفت ناوہ را زیر اکا فرسایاں بند
جود محمودی در آقا زہانگیسری بود
زندہ شد ایریاں ازین شمسامہ کہ چہ شاعرش

طبع من از خواندن شعرش بدیں گفتن ہی
اینک ایس تا پنج نیک آیر چونیکو بشمری
ہم بخصت پنج کرد آقا زوشاں گسری
یا زودہ سال دگر شد عمر شاعر اسپری
ماند با پنجے چناں گنجے بدیں پہناوری
بستمہ پچوں سکے بدل نقش زرد جعفری
چوں فروں شد گنج راوی نفت آمد مسیری
غول خور و دندید از سخت لالہ بر ہی

تا بہ محمد پہلوی شمسامہ والا کہ
شد ہزارہ او در انگشت جہاں انگشتری

افکار اخلاقی فلسفی

از برای کدہ پست و حقیر
 از برای قبه مینای بلند
 نیست انور سندنکس از خرد و کبیر
 من چرا پیوده باشم خورده و مستند

شده ام در همه آشتی با یک
 چیت هستی؟ انقضای تاریک
 زفته تا سر حد اسیر و وجود
 و اندران نقطه شکی مشهود

بخیز من نقطه نورانی شک
 عشق بستم بجای یک یک
 نیست در این افق تیره فروغ
 راست گویم؟ همه دم است دروغ

غیر و همیسم نیاید بنظم
 بگنجد کو کبه صبح دگر
 غم و شادی خوش و ناخوش بر خوب
 در برم جلوه ز تشییع غروب

فکر عصیان زده است مصل
 بچوں یکے کشتی بشکست و گل
 محو گر آب یکے روح غظیم
 پیش امواج عبادت تسلیم

خلق را کرده طبیعت زل
 سر تا شیر و رانت اول
 بد و قانون پلید از زالی
 رمز تا شیر و قلم ثانی

روح من گز تیاگان من است العجب پس من بدبخت کرام؟
و گرایس روح و خود زان من است بسته بند وراثت چه ام؟

یک نیا عابد و عارف مشرب یک نیا شکری و دیوانی
پر دم شاعر و من نیس سلسب شاعر و شکری و روحانی

جاد من تاج و زین برده است در من آهنگ تجارت فرمود
اثر تربیتش گشت بار لیک بروج من آسیب فرود

من نه زاهد نه محاسب نه حریف من نه تاج و نه سپاهیانم
همه باب حریف و نه حریف همه کار علیم و نه علیم

خشت چو سنگ سپهر خا هر دم بر جگر انگسند و خدنگ
گوئی از بهر نشان تیر انداز هستی شرخ نشاند و بنگ

گل سپهر من

بگاه شهنشاه یک سال شید تپا پید پیریا سپهر من
نشسته اند از شتم دست لیس ز ابد و به افشانده خود شید من

گره شد گلوگاه باد شمال
 بصدنگ سیم رخ زریں کلاه
 گدازید برف و تابید شید
 دوده روز آذ آن پیش کاید بهار
 بستان خورشید زرق سپهر
 بزد بگل ترس از شاخ خشک
 دوسه روز شب گشت و شب نشد
 نگار بهار و خدیو حسن
 یک ماه از آن پیش کایام اوست
 بخندید بهر خورشید روز
 گماں بود مشکین که خورشید ماه
 ندانست کانیک نه هنگام اوست

بناگه طبیعت برآمد ز خواب
 بغیر باد از بر کو بهار
 زمانه خشک طبعی آغاز کرد
 بفتاد برف و پیغمبر جو
 سر سر پیغمبر و پیغمبر و باغ
 شکر خندانش بکنج لبها
 فروخت خورشید بر شد سیم
 بیتاد ناز و خم شد چنار
 طبیعت بر روی سخن ساز کرد
 سیه زانغ و در باغ شد بلبل
 ههال پیش رس گوهر شب چرخ
 پیغمبر و دو شناسش اندر زبان

چنین است پاداش زود آمدن باسید باطل فسرو آمدن

من آن پیش بس غنچه تازه ام که هر جا رسید است آوازه ام
 من آن توکل برگ جان دده ام بغفلت فریب جهان خورده ام
 سبک راه صد ساله پیوده ام به بیگانه رخساره بنوده ام
 بخون گرمی روز بشکفته ام ز دم مرده ی شب بخون خفته ام
 زبے آب ی عرف پزمرده ام ز سرهای عادات افسرده ام
 نبوده در ایام یک روز شاد
 نخنید در باغ یک باداد

فروسی

سخن بزرگ شود چون درست باشد و راست
 کس از بزرگ شد از گفته بزرگ رواست
 چه جدا چه هنر ، در آید باز نایش کج
 هر آن سخن که نه پیوست با معانی است
 شنیده ای که بیک بیت گفته ای پشت
 شنیده ای که ز یک شعر کینه ای به خواست
 سخن گرازد دل و دانا سخاست زیب نیست

گرش توانی مطبوع و لفظاً زیب است
 کمال ہر شعر اندر کمال شاعر دوست
 کہ صانع دانا انگارہ دل دانا است
 چو مرد گشت دنی تو ساسے دوست دنی
 چو مرد والا شکر گفتمے ہاے او والا است
 سخاوت آرد گفتار شاعرے کہ سخی است
 گدائی آرد اشعار شاعرے کہ گدا است
 کلام ہر قوم انگارہ سرائے دوست
 اگر فریہ کبریت یا شکار رہا است
 نشان سیرت شاعر ز شعر شاعر جوے
 کہ فضل گلبن اور فضل آب و خاک است
 درست شعری فرع درستی طبع است
 بلند رختی فرع بلند ہی بالا است
 بود نشان بحث "خطیبہ" گفتے او
 چنان کہ گفتے "حسان" دلیل صلی و ضعیف است
 کمال شیخ "معزی" ز فکر دوست پدید
 شہامت "مثنوی" ز شعر او پیدا است
 نشان خوبے "دقیقی" و خوبے فردوسی است
 تفاوضے کہ بہ شہنام سر بہ بینی راست

بلے تفاوتِ شناسہ با بمعنی و لفظ
درست و راست بہ ہنجار خوے آن دو گواہ است

جلال و رفعت و گفتار ہائے شاہانہ
نشانِ بہتِ فردوسی سخن آراست
عتاب ہائے غیورانہ و شجاعت ہا،
دلیلِ مردوسی گویندہ است و فخر آراست

مجاوراتِ حکیمانہ و درایتِ ہاشم
گواہِ شاعرِ در عقل و رائے حکمت است

صریح گوید گفتار ہائے او کاین مرد
بہت از امر او بہ حکمت از حکمت است
کجا تواند یک تن دو گونه کردن منسکہ

جز آں کہ گوئی دو طرح در تنے شناس
بصد نشانِ ہنر اندیشہ کردہ فردوسی

نمود باشد پیغمبر است اگر نہ خداست
در دن صفہ بازی یکے نمائش گر

اگر دو گونه نمائش دہد پس والہ است
یکے بہ پندہ شناسہ ہیں کہ فردوسی

بصد لباسِ مخالفِ بازی آورہ است

۱۲
 ایسے کشور گیر است و گردشگر کش
 وزیر روشن راے است و شاعر شیدا است
 کلمات ملوک و محاورات رجال
 ہمہ قریبہ فردوسی است بے کم و کاست
 برون پردہ جہانے زحمت است و ہنر
 درون پردہ یکے شاعرے ستودہ لقا است
 بہ سخت ملک فریدوں بہ پیش صف استم
 با حشام سکندر بہ مکرمت دار است
 بگاہ پوزش خاک و بگاہ کوشش آب
 بوقت ہیبت آتش بوقت لطف ہواست
 بوقت راے زون بہ ز صد ہزار وزیر
 کہ ہر وزیر داراے صد ہزار دہاست
 بہ بزم سازی مانند بادہ نوش ندیم
 بہ پار سائی چوں مرد مستجاب دعاست
 بگاہ خوف مراقب بگاہ کین بیدار
 گہ شبات چو کوہ کہ عطا دریاست
 بحسب حال کجا بشرد حکایت خویش
 حدیث ہائے سرچش تہی زردی و یاست
 بزرگوارا ، فردوسی ! سجاے تو من ،

یک از هزار نیارست گفت از آنچه دواست
 ترا شناکنم و بس ، کزین دغل مردم
 بهی ندانم یک تن که مستحق شناست
 تو را کنیم شنا تا که زنده ایم به دهر
 که شاهنشاهی است از شهر مردخی است

جلال الممالک شاهزاده ایچ میرا قلب مادر

که کند مادر تو با من جنگ	داد مشوته بیا شق پیغام
چهره پر چین و چین پر از رنگ	هر کجا بینم از دور کند
بر دل نازک من تیشه خدنگ	با نگاه غضب آلود زند
همچو سنگ از دهن قلعه سنگ	از در خانه مرا طرد کند
شنید در کام من دشت مشرنگ	مادر سنگ دلت تا زنده است
توان سازی دل او از خون رنگ	نسیم یک دل و یک رنگ ترا
باید این ساعت بخفت در رنگ	گر تو خواهی بوی سالم برسی
دل برون آردی از آن سینه تنگ	روی سینه تنگش بدوی
تا بدو ز آسپنه قلم رنگ	گرم و خنین بخش باز آرمی

عاشق بے خرد و نامنجا
 حرمست اداری انیاد بسپرد
 رفت مادرش بیگند بجاک
 قصہ ہر سنبل مشوق نمود
 از قضا خورد دم در بر سین
 آں دل گم کہ جان داشت ہنود
 از زین باز جو برخواست نمود
 دیکر آں دل آغشته بخوں
 نہ بل آں فاسق بے عصمت ننگ
 خیرہ از بادہ و دیوانہ ز ننگ
 سینہ بدرید دل آذر و بختک
 دل مادر بکفش چوں باز ننگ
 و اند کے رنجہ شد اور آں ننگ
 او قناد از کف آں بے فرنگ
 بے برداشتن دل آں ننگ
 آید آہستہ بروں آں آہنگ

آہ دست پسر م یافت خراش
 داسے پاسے پسر م خود بنگ

درندست شراب

ابلیس شبے رفت ببالین جانے
 گفتا کہ منم مرگ اگر خواہی ز نہار
 یا آں پدر پسر خودت را بجستی زار
 یا خود ز منے تاب بنوشی دوسہ ساغر
 لہ زید اندیس پیم جواں بر خود و جادداشت
 گفتا نہ نکم یا پدر و خواہرم این کار
 آں کہ ستم با وضع میبند و بر ہما
 باید کہ بینی تو یکے زین سہ خطر را
 یا بشکنی از خواہر خود سینہ و سر را
 تا آنکہ ہوشم ز ہلال تو نظر را
 کہ مرگ قدر لرزہ بہ من غنیمت نہ را
 لیکن بکے از غولیش کنم دفع ضرر را

جائے دوسرے سے خورد و خوراک نیز دستی ہم خواہر خود را زد و ہم گشت پدید را
 اے کاش شود خشک بن تا کن خداوند
 زین مایہ شتر حفظ کند نوع بشر را

گشتگوئے کارگر و کافر

شنیدم کافر سے نظر سرگرد
 روان کارگر از دوسے بیازد
 بگفت لے گنج را این سخت اہمیت
 من از آن بختبر شستم کہ دیگر
 تو از من زود خواہی من نہ تو زر
 تو صرت من نمائی بدرہ سیم
 من نہ زود نہ تو زار این باں در
 نہ باقی داد این دست نہ فائل
 بکس چوں را گال چیزے بخت بند
 ز دے عجب و سخت کارگر را
 کہ بس کوتاہ دانست این نظر را
 چو مزد رنج بخشی رنجبر را
 نہ بیستم دوسے کبر گنجور را
 چہ منت داشت باید یک دگر را
 منت تاب رواں نور بصر را
 کجا باقیست جا عجب و بطور را
 گر دادی و پس دادم گم را
 چہ کبر است این خداوندان زرد را
 چرا بر یک دگر منت گذارند
 چو محتاج اند مردم یکدگر را

تعارف

یارب این عادت چہ می باشد کہ اہل ملک ما
 نگاہ بیرون رفتن از مجلس ز در رم می کنند
 جلہ نشینند یا ہم خوب و بر خیزند خوش
 چوں بہ پیش در رسند از یکدگر رم می کنند
 ہچنان در موقع وارد شدن بر مجلس
 کہ ز پیش رو، گاہ ز پشت سر رم می کنند
 بر زباں آرند بسم اللہ بسم اللہ را
 گوئی چن دیدہ یا از جا نذر رم می کنند
 اینکہ وقت رفت و آمد بود اما این گروہ
 در شستن نیز یک نوع دگر رم می کنند
 آں یکے چوں می نشیند آں یکے در می جہد
 تا دو نوبت گاہ کم گاہ بیشتر رم می کنند
 فرضاً اندر مجلس گروہ نفر بنشستہ اند
 چوں یکے وارد شود ہر وہ نفر رم می کنند
 گوئی اندر صفہ مجلس فسرہ بشانندہ اند
 چوں یکے پاس ہند وے نفر رم می کنند
 نام این رم را ناداناں ادب ہماوہ اند

بیشتر از صاحبان سیم و زر رم می کنند
از برای انجبر رم مطلقاً مفول نیست
تا بتوانند از برای گنجور رم می کنند

قوی و ضعیف

قصه شنیدم که بوالعلاء پسر عمر
در مرض موت با جاز و دستنورد
خواجہ چون آن مرغ گشت دید برآ
گفت بطییر از چه شیر تر شتر ز گشتی
لحم نه خور و ذوات لحم نیاز د
خدا کی جو جسم یابہ محض را و بود
اشک تحسرنه هر دو دیده میفشرد
تا نه از دست بخون کشد و خورد
مرگ براسے ضعیف امر طبیعی است
هر قوی اول ضعیف گشت سپس مرد

میرزا ابوالحسن خاں مرغی

السنائیت

اگر دیده بے نور و دیده بود
چون دیده خود نیست مردم کیست
هم ایس آدمی بدخود آدمی است
تو چونت به بیدار نشی خرمی است

خود را بدانش شناسد خرد
ترا هم خرد معنی مردی است
نیاز از بدانش نداری مناز
بہ بیشی خود کا نتیجہ داری کمی است
چہ نازی کہ در طبقہ روزگار
چہ مردم منہم خود مرا حاشی است
نگین خرد نیست در شہت تو
سیلہ ہمت چہ این چو تیرہ جی است
فروغی کفایت با کسے یار باش
کہ باہل دانش در اعجازی است

بوز تاجرات نقص وجود

بدال دم رسد کاغذ و مرہمی است

عزم و ہمت

غوش آن کش بر اسودگی را نیست
زہر مشکش بیج پروانے نیست
دیر از آیدت را و در چشم عزم
اندیرا کہ در رفتت را نے نیست
اگر باے ہمت بود مرد را
سراسر جہاں جاے یک باے نیست
فرخ است گیتی زہر سو کہ تو
نگونی کے جنبش ہم جاے نیست
نیکو فرط را شش نشینی کہ باے
روانم بر این ذرف پھناے نیست
ہریں دائرہ ذرف گیتی محیط
جز از عزم جا نہائے الہاے نیست
ہمال کہ سہی ایند را پس جان تست
کہ دیش کر اں را پذیراے نیست
ز اسکان سپر تو شکستہ در اوست
نشد ایں پن گیتی یکے کا رگاہ
پیر خے برش باید آراستن
کہ جز تو برو چہ آراے نیست

تو ہر نقش زیبا کہ بیسیں بہارِ باغ
 بہ پیشِ دراست آفرینندگی
 ہاں چشمِ بینا کے گیتی توئی
 از آن تو یکا پرچوں چشمِ کور
 جز از کارِ مینش نیفرایدست
 فروغی کہ در نام دارِ دُستِ مرغ
 ہاں بے فروغِ خسروِ دیندیت
 جز از خلقِ آں چشمِ بینا کے نیست
 کہ بے دیدہ خود نقشِ بہا کے نیست
 عجب کت گمروشی ز اسے نیست
 کہ سادہ دلت ہمتِ افرا کے نیست
 جز از ہینشت کا اسرار کے نیست
 بدیں نام نازندہ بے جا کے نیست
 جز از بسترِ خادو خاد کے نیست
 خرد جز کے نوزِ ہمیشِ فدا کے
 کہ ہمتِ کتِ دسویے بالائے نیست

عزتِ نفس

براںم کہ دست از جہاں باز دارم
 مرا پودہ غفلت از دیدہ یک دم
 جہاں با جہاں جوئے غافل گزارم
 کہ از کشتہ آشپشتہ ہاں بر شمارم
 جز از خاد کہم خستہ پاسے براںم
 نہ گردوں ہمہ رنج زاری کشیدن
 ازاں بہ کہ نہزدیک و دُناں براںم

مخمس جنگ بین المللی

آید دمی و بهمن سخن اینست بایکجا
روز است که گل را نکند نایب اعز
درماند بشخ غنچه دهن می نکند باز
هر مرغ بصحرای دگر گیسو در پرواز

ای مرغ رواں هم تو خود این خانه بپرداز

این خانه بپرداز به باغ دگر می شود
در راه دریاں بخت نذر اند می برد
کش بهره برد هم خود هم خار زیر تو
باشد که بچشند ترا پرتو از تو

واں ساقی خورشید خشم گرد و دساند

در آئینه جام رخ جسم بنگار و
در جام جسم آن خون سیاوش نشاند
آن آب که چون آتش زردشت بیاید
واں مایه جام سم بخت گزند

یعنی که سنده دامن زردشت بگفت باز

کو دین هر می کینه ز زردشت ستاند
در آب چو آتش اثر نیک نماند
ز آلت که این آب به پستی بختاند
زین پیش تو گوئی پیچ پستی بر ستاند

کامروز رسیدیم ازین دهر سبک تاز

از جم چو شانه بجز از جام نمانده است
باجام بسازم که سر انجام نمانده است
هر چند زمر و ان بجز از نام نمانده است
در خاطر با جز غلب کام نمانده است

نا کام تو پس آتش خشم به تن انداز

گر بار دگر طرح سر انجام بیا بم
در ترک سینه سرخ و لب جام شتابم
هر روز بهر داده که بکس پا و خستار بم
من بنده که چو دره نشو در جزو نایم

خورشید بکف دارم دوشمده ز ابراز
 بر کشور تیرگی آورد چنان دست
 کامروز ره جو رسای بجا است
 اسے باغ شہاں کت قدم خا و خشت
 آغاز چنان عالی انجام چشمت
 این سحر چنان خاست از آن کوکب عجاز
 مانا خلفا نسیم از آن تیرہ نشانیم
 از راستی اینک کجی خیمہ نشانیم
 خوش چو زند دل کہ دگر جاں بفشانیم
 ناچار ہماں آتش باید بنشانیم
 جاں باز نیار دوشمده جز مرد سراسر از
 اسے تازہ گہرا کہ دریں کان جانید
 چون غنچہ بدای پردہ آئندہ نہانید
 چون اپنے با پاسے برایں خاک فشانید
 این تیرگی از دورہ ما برستانید
 اس نور بگوئید کہ بود است در آغاز
 چوں آتش بے نور ز زشتی نش خاست
 شد اہرنی دوش و چشم ہنر است
 باین ہمہ شمعے گزین ظلمت شبکاست
 آں برق سہابی ز سماء ہنر است
 ہاں پند بگیرید ز بشنیدن این را نہ
 زان پس کہ نمازہ بجاں ہیج اثر ما
 در خاک شود پے فکن خلق مسر ما
 مانع سر ما گرد دین خاک در ما
 ز نہاد نگیرید ز ما جز ہنر ما
 باقی ہمہ عفریت فنا را بود انباز

تضمین و بیت ادیب پیشاوی

ز ساقی کہ لب پیش دارد مرا
 یکے بائے آتش شیریں شکر
 سخن سنج وانا ادیب سرگ
 نے شست بہا پہچول طب
 بیا ہونجے بلند آفتاب
 تنہد من گوش من کام شد
 شدم ست چونانکہ دریائے
 بریدم ہر و تاج جمشید را
 کیا و رنگ دیدم ہر رخ بلند
 تو گفتی کہ خورشید تخت است ثنا
 زمینی نش دست بروم بہ تخت
 کے گوہر از تاج روشن بریز
 چونکہ فتم این بیت دیدم بہائے
 ہر آں کو ز دانش برد تو شہ
 ہمانے است بنشتہ در گوشہ

شکر خواستم کہ لب آرد مرا
 چو آن نظم استناد صافی گہر
 کہ پیشا و راز نام ہے شد بزرگ
 ہی خواند یاسن از آں شتہ لب
 بہر جا کہ دیدانہ بیسنی بتاب
 کشندہ زہر لفظ صہ جام شد
 پر از موج دیدم در ایوان کہ
 فروزندہ رخسار خورشید را
 نشستہ بر آں خسرو کے ارجمند
 فروزندہ تودار دار خود کلاہ
 نہافت ازین خسرو نیک بخت
 را کہ دو گفت اے فروغی گہر
 ہم از گفت دانشور نظر گوے

۲۳ استغفارِ حمید علی کمالی صفہائی

جشنِ فردوسی

جہاں ہر نشاط است و نشاطِ دی خوش
 بوٹہ کہ ایں جشن ملی بود
 گراں جشن را ایشہ خواہی تخت
 بوٹے کہ ایرانیاں را زیاد
 یکے مرد گویندہ آورد و طس
 حکیم و دل آگاہ بخیدہ گو
 بلطف معانی و گفتار لغز
 پے نظم گفتن چو آغاز کرد
 پرازدارے و مردی سخنامے او
 ز گفت و آئیں بجائے نشست
 سخن ہرچہ بود از نیاکان ما
 ز طرزِ جہانداری و بسط خاک
 ز انہماے غریب و شگفت
 ز گفتار و کردارِ مہر و خوار
 نشاید سخن گوے ماند و خوش
 سہزادہ چہ از آں ستایش بود
 بگویم کہ چوں سہزاد از چہ دست
 تہ خواست گردیدن ارج و نژاد
 کہ آراستہ رے سخن چوں عروس
 نجل آب حیوان بر طبع او
 جہاں را بطیب گل آگندہ نفس
 ز فردوس گفتی در سے باز کرد
 سخن جاسم بد بہ بالائے او
 کہ کس را ہواں جاد گنست دست
 ز مردان جنگی و شایان ما
 زداد و دہش ہوا آئین پاک
 کز اں پند دانا تو اند گزشت
 کہ اکنون بدماں با کفیم افتخار

بدل داد ایرانیاں را نمید
به عشق وطن نه بامید گنج
بدان نام میمون شهناسم داد
بماند است هرگز نه گردد کمن
همه ملک سرگرم کار و است

بیاورد در نظم یکسر کشید
نسی سال بروند آن کار رنج
بر فسترجو آن گفتهها کرد یاد
ز فردوسی اکنون گیتی سخن
کنون جشن سال هزار و است

زمانه بزرگ تو دارم و فوس
که ز می تو همی مرگ را راه نیست
کدنا یارسی هست تو زنده ای
بخیل تو آیند چون بندگان
نکردار او دل ترا گشت سرد
پایراں بیادیکه شمشیر یار
شهنشاه بیدار دل پسروی
ستاره سخجید مگر کام او
زنا یعنی هر طرف رخص بود
نفس ما گرفت ز دل لغتگی
بجز در خرابی نه بد کو شست
بگو بید هر سرگز ان فستنه غاست
بروں خود مسری شدن ایران تمام

الا ای سخن گوئی اناس طوس
خطا گفتم این گفت نه چون منی است
تو آن پدر من مرد گوینده ای
قتل گیر تا بجله گویند گان
گرت شاه محمود دل رنج کرد
از ان عهد و پیمان بعد از هزار
ابا آهنین عزم و داب توئی
که تاج و تکیں باله از نام او
از آن پس که ایراں پرا ز قینه بود
فراوان بر جای آشتفتگی
بجانبش زهر گوشه گردن کشته
بعزم توئی کارها کرد راست
همه کامها زد گرفته نظام

سزاغندہ ہر کس پے کار خویش
 چو اینگونه ہر تو کسے رام شد
 بہ پست و بلند ہی ہر کار دید
 پے اخذ تعلیم و بطن علوم
 فرستاد آنجا پیا پے فرنگ
 بفرمود ایرانیاں را تمام
 ازیں راے شاہانہ شد زورمند
 کنوں بزرگ گاہ افشاندن است
 کیے باش تا میوہ آرد بہار

برفت از پے سود بازار خویش
 بفرش ہمہ ملک آرام شد
 سخت آنچه بایستہ بد برگزید
 جو انان شایستہ زین مزدوم
 کہ بے علم مردم نذرند سنگ
 کہ سارے دو مانند زلف سام
 جو آنے کہ پارس پیوے نرند
 پس کام از حاشیہ اندن
 مرایں تخم کافشانہ نک شہر یار

بنا ہاے زیبا بس ایجاد کرد
 بفرمود تا خانہ سارے خراب
 بجل ترا خواست آرام گاہ
 چو میل شہنشاہ ملت برید
 بزرگ اندر آں کار امداد کرد
 کنوں از پس تو بساے ہزار
 ہوے تو خواہ کہ رہ جویدے
 بنو ملینہ پے نفستہ رہو پویرے

ہر آن جا کہ دیوانہ آباد کرد
 بکو بند و سازندہ طرز صواب
 کہ جبہ ان کند کار شہ باز شاہ
 بشق تو و میل شہ بگر وید
 ہم از جشن تو قلب خود شاد کرد
 کمالی ہیں گفت نا استوار

خوانند بہار مہر گال

۱۔ عرصہ چار ہوا ہے کہ خود را
 ز اعصار خجستہ می شمارم
 انہماک پر وہ کہ گویمیت تا
 از عدل جوئے خجستہ اندامی
 در مابقیہ ایم و عہد وسطی
 ہر گز نہ بد این سیاہ کاری
 آف کہ بخت یا بھدا
 گر عسر میں غمط گذاری
 دشت کدہ کنی جہاں را

بر خود ز تمدن احسن نام
 بگذاشتہ بصد خط و خال
 دانا ہمہ دانند اینکہ دای
 در آں تو نہاد بہر حال
 چون ساقی خوب رو کہ جائے
 برکت بودش ز زمہ قتال
 آئند کہ بجا دوی تسمی
 گفتار نکو و زشت افعال
 زیں راہ کشتی تو کے غماں را

گہ چہ بقرون پیش دانم
 این فتنہ و شور و در بشور بود
 آخونہ ز مہادگی در آنہم
 کہ بر تو مہر دے بنہود
 آن مہر گرفتہ ترک عالم
 دیں طرفہ کہ عالمی است خوشنود
 وہ دل شکافدم ازین غم
 کاین عہد گرفتہ اند سہود

خوانند بہار مہر گال را

یک وادی ہولناک غدا
 کش تقدیر میتیں بجز خون
 با نام حقوق و عدل خسار
 آہستہ بزمناک و انہول

چوں شاہد دل کشش بازار در جلوہ بیاوردی ہمی چوں
اے کاش کہ پردہ می شد از کار تا چند زنی تو فصل واروں

بوشی بچہ رنگ آسمان را

اے ہیئت اجتماعی آون کز تو است چہ داغ ہر جگر ہا
آغشته بخون دیدہ مارخ سازی پسرا ز پے پدر ہا
نہ کارہ کو نہ راے فرخ در تو نگرند یا بھسرا
برگفت منت چو نیست پاخ و رلب شکنیم این گرا ہا

پس خوب بہ بندیم زباں را

ہر چہ ز کبیر بر کشی سر و اسرار جہاں ہمہ بزبانی
دشمن بتومن شوم خروں تر تارہا بدیں طریق بولی
نہ من کہ ہزار ہا ہنر ور خصم اند ترا ازین دور بولی
این خشم و تیز زبا ہنر آرد و نمی توان کہ شولی

و انیست کہ نیست مرہم آل را

گزینک خویش بنگہ می ہاں با فک کہ عیش و رائے و شن
بسنی ز نمدن در شاں داری تو چہ لکہ با بدن
وحشی منشی گزین کہ چنداں غم نیستش از برہنگی تن
با این رخ خوب و لعل خنداں بس خوں کہ گرفت بگردن

ز آشوب ہل دے زباں را

اے مرغ اگر چہ اسی خوش آواز زیں فتمہ ترا بہرہ خنجر

جز طبع کمالی سخن ساز کایں نفع تمیز نہ ہوا غم
 تا تو نبود کے ہسم آواز یہودہ مکن بدول سرانہ پر
 بگزار ز سر ہوا سے پرواز کایں راہ مخوف ہست دیگر

سرم کہ نہیں آستیاں را
 ز این نغمہ بفرگوشایند، حلقوم ترا بہ تیغ فولاد
 ز می مہر و سوسے وفا گر آیند از سر بہ ہند سرم بیداد
 پیرانہ بہ پند لب کشایند چوں مرد مکن بطفل نو زاد
 متشنو کہ غمے بغم فرمایند از این سخنان سست بنیاد
 پوشند بخار پر نیایں را

تو بے خبری بکنہ گیتی ز اسرار وجود پر چہ خوانی
 طفلے کہ کند سنو ز تانی داند چہ رموز آسمانی
 در میر بشہر بلک دیدنی این کش مکش است جاودانی
 با غافلہ حیات آدمی رمزے است نہاں کہ تو ندانی
 زین منکر عبث مکاہ جاں را

پچھامہ وطنی

اے کشور عجم نہ چنان گشتہ خراب کابادی تو کس بتواں بیندے خواب
 گویند اہل منکر کہ اصلاح حال تو شاید و یک نیست طریقے جز انقلاب

در عرق مردمان تو نتوان نمود یاب
 افسردہ فاسد از شیخ تائب
 چون تشنه است طالب اصلاح در آب
 در خواب غفلتیم دیگر ہم از آب
 خود را چو عوض نمایم بشتاب
 هر گسختن گریز نباشد هیچ باب
 من گفتم آنچه بود و نمودم در خواب
 که جانب دیگر زده مر باشد آفتاب
 کرد و ز من شنید گویا که عتاب
 مویم سپید کرد و دندارم یک جواب
 راحت اگر بریم گیتی و گرفتار آب
 بیرون همانیاد از بیضه غراب
 دین طرفه ترک، هیچ ندایم فطراب
 مردان کار کاں تباهیند باد و آب
 خوابی دبا گذار دلیرانه در رکاب
 زان کش بمفرده و خود نیست و تائب
 اصلاح ملک خواه شری ناکه کامیاب
 وز چهره خفای خونین کشش نقاب
 آید اگر که شاد مقصود لب لباب

من نیز نمیشی که ازین خون هیچ رفس
 یا شندگان کشور میروند و داریوش
 اخلاق فاسد از همه سوبسکه موجدان
 گیتی بد گذشته و همچنان ز حبسل
 ما از زمانه پس دیگریم اگر نسرا
 این کنگی برگ کش مردان علی یقین
 تا خود چه اختیاری نامی بر آید خود
 ترسم که هر خواب بر آیم آن ماں
 پنهان بار گردش گردوں بمن گذر
 کاخ سیاه بختی ما که سر آید
 پس آسمان دخیل نباشد بکا
 هر خرم کاں بکشته همان نیز بدویم
 نخستیم ما و راه بریند دیگران
 با مفت خوار و جاهل و بیکاره آن کنند
 بر خیز مرد واریاں بند اگر حیات
 آن را که هر درد وطن نیست گو، میر
 اصلاح کن نخست خود را ز عیب پس
 کو تیا کن کمالی و لب از سخن بر بند
 کو را لبی شسته اند بهرم اندر و چه سود

ویرانی ایران

چند سہارے نشست و بوی گھبراں
 وہ کہ تھک چلے زحمت گزشت و سب بوی
 کثیر سیر و سگشتہ لمحہ چن
 اچت بجاگ آبروے خانہ کسری
 یک دہ آباد در کنار خند زیت
 زنت تباہ ج مرزد بوم کشا درز
 بالستہ اگر دل نہی بجان زرانہ دو
 ملک حراب این چنین با تو گفتا
 از پے امید یک دور وز وزارت
 تا کہ بہ بینی ہمہ و لیسر بہ تہمت
 آخرا نین حزب دوستہ ہا کے سیاسی
 بہرہ چہ بودیم او ملک چہ دیدہ است
 ملتہ کنون بہ تیرہ سختی مایت
 بیشتر انراں کہ این اساس بخوار
 پایہ ازین دستہ ہا کے کشا پ
 گیر و از اں پس بہت دولت ماند
 غمزدہ کند کار ہا کے ملک و نگر در

وید بویانی و خسرا بی ایران
 بیشتر از این نگاہ کردن توان
 فاسد و جاہل بفرود و مضرت نادان
 رفت بہاد افستہ تار بنگہ سامان
 گر تو بہ بینی درست تالاب عاں
 زو اثر کے نیست غیر کلبہ ویراں
 گر تو بہ بینی سیاہ خانہ و حقان
 دست نداریم باز ماند سر آں
 چشم پوشیم از خدا و زو جد اں
 تا نگر می جملہ حیرہ دست بہ ہتیاں
 کہ پس ہم می ہنند پا کے ہمیداں
 غیر نفاق و خلاف ہاں بنماہاں
 گر تو بہ بینی در آشتکار و بہ نہاں
 ہستی ما کہ کند زنج و زبناں
 دست و گرد دستہ را کہ بوی زنداں
 در ہمہ ملک بے معاوض تو ماں
 از شتم و قح عمر و زید پریشاں

یانہ باید کہ داد مردے آگاہ
 از پئے اصلاح کار آئینہ شمشیر
 دای و خسر و پرست خیزد از ابرام
 کنش نتوان دست یابد آجہ اسرار
 در ہمہ جاسے چو کوہ ثابت و محکم
 و ر کہ بجایست این چنین ہنرے مرد
 باش کمالی ہو زانکہ نباشد
 دردے در روزگار نماندہ درام

آفتاب بیع الزمان خراسانی

ایران دیروز - ایران فردا

از چیت کہ این ابر تیرہ خاست؟
 این ابر نشاندہ دود و دم
 دای تیرگی مسداز کجاست؟
 باد و ہمہ برخاک نطف و قیر
 آو خ تپانم کہ از چہ خاست؟
 پستے جہاں داشت لوشنی
 این بادش اس ابر دیو ساست
 می یافت از او نیر ایزدی
 در گلہ سیمہ گرگ در چاست؟
 افتادہ شبانہاں شکستہ دل

آ زاده بصد رخ ملت است
 و این تیرگی از دیو تیره زاست
 شاد است و به بازی نین فضا است
 کز دیو همه تیرگی سزا است
 یزدان اگر اعر و ز پادشاست
 فرانش اگر بر جهان و است
 اسیر کن اگر بر جهان کیاست
 تار یک چرا قنطر آسیاست؟
 بشکب که گیتی نه دیر یاست
 نایاب تر از نقش سیناست
 ایران که نشستن که بلاست
 برگشته زهر شاد باز و ساست
 در دیده بشمشیر چون گیاست
 این ملک بر آمد که ستاست
 این مرز پرستنده خداست
 ز انجس که بد و فخر انبیاست
 آینه رخسار کبر یاست
 زمی دین خداوند منماست
 پیوسته مرا این ملک باقیاست

بے یار بصد خرمی تیریں
 گونی که بیزدان شده است پیر
 ایراکه بد و پاسته نطفه
 خواهد که ز گیتی بردن شروع
 یازیده چرا دیو زشت دست
 پذیرفته چرا پیش دیو نیست
 یزدان اگر کش نیستے ایسر
 تابنده او باز و سچلیست؟
 گر چرخ بر آورد باز سے
 هر نقش که کرد این نگارگر
 فرو است که ستر با یا خوش است
 پاشیده بهر ملک خاک نون
 و آن را که ز فرماں تیافت سر
 شوید ز جهان باز نقش کفر
 زانکه که فرو تیافت نوهر
 و اثره که پذیرفت دین حق
 آن پاک پیغمبر که او
 آن پر تو گفتار احمدی
 مانع بجزاں تا سر مرغ دین

در کشتی این ملک ناخت است
 در نیم جهان بر شاد لوست
 گر پیش تو بے مایه کم بها است
 هر کسی که نه در شے نشان است
 آثار بزرگیش پابجاست
 در باد که تینفون پاست
 بر مردی و کند آوری گواست
 بالا کے فلک پیش و دوام است
 این مایه اتمه و بهماں گواست
 کوشید که ہاں نوبت شماست
 دانشہ آں نغز آسپاست
 کوشش ز شما و از ملک طاقت
 در یوزہ گر مور در شماست
 کاہن رسم و رہ مرد پاراست
 نہشت آنکہ نہ بر سیرت نیاست
 گر عزت ایرانیال ہو است
 ایراست کہ گفتار او ہماست
 آگندہ سر از دیو کیسیاست
 پیکر بختن اند دیوتاں دست

زودا کہ ہماں تیغ آتشیں
 دیرے نہ کہ آں کاویاں درفش
 نو بادہ ایراں بود بزرگ
 در کہنہ جہاں اے شگفت نیست
 این ملت آزاد و دہ سنوز
 آں طاق بگردوں کشیدہ سر
 دآں کار کہ نغز بے ستوں
 ویرانہ استخر ہیں کہ نور
 بر نیمہ گیتی شدہ است چہر
 اے تازہ جوانان پاک دل
 ثماہیت کے آسیا کہ خوں
 کوشید و نو آئیں کنید ملک
 مرغے کہ نہ کوشید بسال سر
 دار پیر باں راست پچو دل
 یاساے نیاگاں کنید نو
 مہرید بگفتار دیو ہوش
 کرد آتش ہانند گفت نیست
 آن دیو ببا موز چرب گو
 با سادہ دل و دیوید گسر

کاهنات بنجاک اندروں فرد
 با آں همه برگ لوا که هست
 بنشسته بندهاں چو آئین
 مار است کے روز خوش و لیک
 خیزدیکه با آں کشیده تیغ
 ہوارہ بود حصم زندگی
 برزہ رنج است و رنج ده
 آریم بر آں باماد خوش
 باید کہ بایسندہ ما و تو
 این کڑی کشور کنیم راست

سکونش

کہ خوابد بہ گیتی شود سر فراز
 بہ بیم اندر اند پهنہ جنگ نیست
 چشم اندروں مرغ آید پیش
 اگر آیدش سنگ خار اہ پیش
 بدو دل آہنیں سنگدار
 بجاں را بناد ہی نگوید پاس
 سوسے بر شدہ چرخ نار و نماز
 چو پیش آیدش کار و لنگ نیست
 بجان و بدل خواستار آیدش
 کہ بد تابش رخ ز امان خویش
 نسا زو دگر گوئہ آہنگ را
 ز بخت بدش نیست در دل ہراس

به پیش بلا کس چو سخت نه
 ز خود یاد می خواهد از بخت نه
 بود مرد دانه بخت آفرین
 نه با کس جهان مهر دارد نه کین
 بکوشش گر انبیا را برتر است
 جهان را به نزدیک او چاکر است
 چو بکوشید هنگام کار
 بسا خوار مردا که شدند سر یار
 همان کش ز گیتی بر آورده گرد
 نیاز آورد پیش کو شنده مرد
 چو کوشش کند مرد بنحیدر
 بر دمی دو پیش گر دوں گر لے
 ز گیتی بر آید نه ساد و سپهر
 فروزاں شود دامنش مانند مهر
 بخورشید گفت اگر یافتی ست
 بکوشش تو ان یافتن هر چه هست

میرزا علی اکبر خاں دیخدا اشعار حکمتی

در سلوکم گفت پنهان عارف و ارسته ای
 نقد سالک نیست جز تیار قلب خسته ای
 در گستان جهان گفتم چه باشد سود گفت
 در بهار عمر انداز بار حقایق و دسته ای

از پریشان گوهران آسمان پر سیدش
 گفت عقدے از گلوے ہوشاں بگستہ ای
 گفتم این کیواں بیاں چرخ ہر شب چلیت گفت
 دیدہ بانے بر صد گاہ عمل بنشستہ ای
 گفتم اندر سینہ با این تودہ دل نام چلیت
 گفت اسرار نہانی قسمت برجستہ ای
 روشنی در کار بینی گفتش فرمود نے
 غیر برتے ز اہ طہاک فکر و ناجستہ ای
 جہہ بکش از کشا و ببت عالم بس مرا
 جہہ بکش اوہ ای برابر و پے پیوستہ ای
 دل کن بد پاکی و امان عفت را چہ پاک
 گر ثبت نہائی گفت ناشایستہ ای
 گوہر غم نیست جز در بحر طوفان ز اے عشق
 کیمیت از ما اے حرفاں دست از جاں شستہ ای

قطرہ طہی بسک جدید

(۱)
اے مرغ محروم این شب تار گنہت ز سر سیاہ کاری

د زلفخ روح بخش اسرار رفت از ستر تنگناں خماری
 بکشود گره ز زلف زرتار محبوبہ نیلگون عماری
 یزدان بکمال شد نمودار و اہرین زشت فوہاری
 یاد آرز شمع مرده یاد آرز

(۲)

اے ہونس یوسف اندر بند تعبیر عیاں چو شد ترا خواب
 دل پر ز شفت لب از شکر خند محمود عہد و بکام اصحاب
 رفتی بر یار خویش و پیوند آزاد ترا از نسیم و مہتاب
 زانکہ ہمہ شام با تو یک چند در آرزوئے رصال احباب
 اخت سحر شمرده یاد آرز

(۳)

چوں باغ شود دوبارہ خرم، اے بلبل مستند مسکین
 دہنیل و سوری و سیر غم آفاق نگار خسانیر چین
 گل سرخ و برخ و حق ز شبنم تو دادہ ز کف قرار و سکین
 ز آن گل پیش رس کہ در غم نادادہ پنہاں شوق شکین
 از سردی دی فسرده یاد آرز

(۴)

اے ہمرہ تیمہ پور عمراں بگذشت چو این نین مدد و
 و آن شاہد لغز بزم عمراں بنمود چو و عدو خویش مشہود

وز ندرج زرد چو شد بکپواں ، هر صبح شمس غنبر و عود
 زانکو بگناه قوم نادان در حسرت لعل ارض موعود
 در بادیه جان سپرده یاد آرد

(۵)

چون گشت ز نو زمانه آباد اے کو دک دور طلمانی
 و طاعت بندگان خود شاد بگرفت ز سر خدا خدائی
 ز رسم ارم نه اسم شد آد گل بست دہان ژانہ خائی
 ز کس کہ ز نوک تیغ جلا د ما خود بحرم حق ستائی
 پیا نہ وصل غور و یاد آرد

پیرزال از خانماں دور

ہموزم بگرد ازین ہول حال چو یاد آیدم حال آں پیرزال
 کہ میرفت و میگفت میرا بہاں ر بودہ ز کف ظالمش خانماں
 بجستم تو این خانہ نکالست و مرا نص فر دوس و باغ بہشت
 چرا زد بہ پیش تو گشت سیم مرا غیش دہیوند و یار و ندیم
 بہر خشت از آن باشدم صد ہزار بدل از زمان پیر یادگار
 نہ بینم کہ اندر نظر ناورم بہر گوشہ صد رافت مادرم
 گشتم رفت از آن چوین تیرہ کہ باجم درین خانہ بگذاشت خست

در این خانہ ام بود ساز و سمور،
زدیک مرا چوں کنم ساز گور،

پروین خانم غضائی طهرانی قلب مجروح

دی کو دے پدر من مادر گریست زار
کز کو دکان کو بے بمن کس نظر داشت
طفلی مرا ز پهلوی خود بے گناه راند
آں شیر طعنہ ز خنم کم از نیستند داشت
اطفال را بجهت من از چہ میل نیست
کو کوں گریه و کسے کو پدر داشت
دی روز در میان با دمی ز کو دکان
آں شاه شد کہ جامہ خلقاں بہر داشت
من در خیال موزد بے اشک رنجیستم
آں اشک آرزو ز چشم ہرگز آلود داشت
جز من میان این گل و باران کسے نبود

کو موزہ اے پیاسے و کلاہی بستر نداشت
 آخر تفاوت من و فلان شہر چیت
 آئین کو دکی رہ و رسم دگر نداشت
 ہر گز درون مطبخ ماہ میرے توخت
 دین شمع روشنائی ازیں بیشتر نداشت
 ہمگایگان ما برہ و مرغ می خوردند
 کس جز من و تو قوت زخوں جگر نداشت
 بر وصلہ ہاے پیرہنم خندہ می کنند
 دینار و درہے پدیر من مگر نداشت
 خندید و گفت آل کہ بفقر تو طعنہ زد
 از داندہاے گوہر اشکت خبر نداشت
 از زندگانی پدر خود پرس از آنکہ
 چیزے بغیر تیشہ و میل تو بستر نداشت
 این بودیاے کہ نہ بصد خون دل خرید
 رختش گہ آستین دگے آستر نداشت
 بس رنج برد و کس نہ شمر دشن ہیچ کس
 گنام زیست ز آنکہ وہ و سیم وزہ نداشت
 طفل فقیر را ہوس و آرزو خطاست
 شاخے کہ از برگ نگون گشت بر نداشت

ساج روزگار دریں بہن کارگاہ ،
از بہر ما قماشے ازین خوب تر نہ داشت

اندر زہے حکمتی

چہ خواب میکنی اے دوست وقت بیداری ست
بہوش باش کہ کارِ جہاں سیہ کاری ست
بہات رشتہ فگندست روزگار داسنوز ،
نہ آگئی تو کہ این رشتہ گر قتاری ست
بہر گم مردمی آموزی و نمیدانی ،
کہ کرگ را ز ازل پیش مردم آزادی ست
نہفتہ در پس این لاجورد گوں خیمہ ،
ہزار شعبہ بازی ہزار عیاری ست
سلام دیو گیسو و متاع وزو خواہ ،
چرا کہ دوستی دشمنان ز مکاری ست
ہر آں مریض کہ پند طبیب نپذیرد
سزاش تاب و تاب روزگار بیماری ست
بچشم عقل ببین پر تو حقیقت را ،
گہے نور و سجلی فوں و طراہی ست

اگر که در دل شب خون نمی کند گردون
 بجاہ صبح چرا کوه و دشت گلناری ست
 بچاکی نه توان رستن از کند قضا ،
 بلنگ گرسنه مشتاق گاو پروادی ست
 برادرست ز کشتی که حاصلش تلخی است
 بپوش روی ز آینه که زنگاری ست
 سپرده دل مفتون خود به معشوقه ،
 که هر چه در دل و از تو هست بیزاری ست
 بنخیره یار گران زمانه چند کشتی ،
 ترا چه مزد بپاداش این گمراهی ست
 فرشته زان سبب از کید دیوبند خبر است
 که اقتضای دل پاک پاک انگاری ست
 بلند شانه این بوستان روح افرا
 اگر ز پیوه تنی شد زیت دیواری ست
 تفسیر و تن خویشی چراستی محکوم ،
 تسخیر ستم ناکساں ز ناچاری ست
 در آن دیار که دار و نی و پز شکلی است
 اگر مرئض بمیسر دزب پرستاری ست
 برو که منکرت این سودگر معامله نیست

متاع او، سہم از ہر گرم بازاری ست
 ز زہر شد ز کج راستی طلب کردن
 حدیث دیدن خوردشید در شب تاری ست
 گلش بہو کہ نہ شغلش غیر گل چینی ست
 کد ام شمع کہ ایمن ز باد صبح گیت
 نہ ہر کس کہ میاں بست و مرد میدان شد
 بلندی اے پسر کا ز بلند مقداری ست
 بردا صفت کہ تو ہستی دہند یاداشت،
 عمارت تو شدہ است ای چرخ ابلیک
 بھل کہ عاقبت کار سرنگونت کند،
 ز سفلہ کہ جنا کردن است آئینش،
 ترا چگونہ امید عنایت دیاری ست

آئین آئینہ

وقت سحر آئینہ اے گفت شانہ اسے
 کاوخ فلک چہ کجرو دگیتی چہ تند غوست
 مارا زمانہ پنج کشش و تیسرے روز کرد
 خرم کے کہ ہچو تو اش طالعے نکوست
 ہرگز تو بار زحمت مردم نمیکشی
 ماشانہ می کشیم ہر جا کہ تار موس
 از تیرگی و پہنچ و خم راہ ہاے
 در تاب و حلقہ و سر ہر زلف گفت گوست
 با آں کہ ماجفایے بتاں بیشتر بریم
 مشتاق روئے تو است ہر آنکس کہ خوبو
 گستاہر آں کہ عیب کے در قفا شمر د
 ہر چند دل فریب و در خوش کند عدوست
 در پیش روئے خلق بجا دہند از آنکہ
 مارا ہر آنچہ اند بدو نیک است رو بروست
 خارے بطعنہ گفت چہ حاصل ز بولونگ
 خندیدگی کہ ہر چہ مراست زنگ بوست
 چوں شانہ عیب خلق مکن موہ موہیاں

در پشت سر ہند کے را کہ عیب جو ست
 ز آنکس کہ نام خلق بگفتار زشت گفت
 دوری گزین کہ از ہمہ بدنام تر ہم اوست
 ز آنکشت آزاد من تقویٰ سپہ نگن
 این جامہ چوں دریدہ نہ شایستہ رفوست
 از ہر دوستان ریاکار خوشتر است
 دشنام دشمنی کہ چو آئینہ است
 پر دین سخت زیور یاد الہ است
 بے نیاز مود کے را مدار دوست

مطالعہ فلسفی

رے پیچید گفت این چه کسی ست	ہرے وقت پختن از مائے
ز آنکہ چوں بن زیاد و چوں تو بے ست	باش خندید و گفت غمہ شو
چہ تفادات کہ ماش یا عدست	ہر چہ را می پذیرد و ہر پخت
گرم اندر میان پیش و پس ست	ہمہ را یک رہ است اندر پیش
تو گماں می کنی کہ خار خنہ ست	جز تو در و یک ہر چہ پخت اند
جست دخیز تو بے ست	زحمت من بر اے مقصودیت
ہر کے در خیط خویش کے ست	کار کہ ہر کہ ہست محترم است

قزنت از دست میر و دہشت دار
 ہر پرے را ہوا ہے پرواز میت
 جز حقیقت ہر آنچہ می گوئیم
 چہر تو اب کرد اندریں دریا
 نہ ترا بر فراز بسیرے است
 ہمہ را بار بر بند بہ پشت
 کس نہ پرسد کہ فاریانے است
 گر کہ ملا دس یا کہ کنشیک
 ماقبت ر مزدائے دلفنے است

اسکیستم

روزے گذشت پادشہ از گرد گے
 فریاد شوق بر سر ہر کوے و بام نداشت
 پسید از آں میانہ یکے کو دیکستیم
 کیں تائبناک چیت کہ تہراج پادشاں
 آں یک جواب داد چہ دانیم ما کہ چیت
 پیدا است این قدر کہ متاع گراں بہا است
 نزدیک رفت پیر زنے کو ز پشت و گفت
 کیں اشک دیدہ سن و خون ل شہا است

مادر بخت و چوب شہبانے فریفتہ است
 این گرگ سالہاست کہ با گلہ آشناست
 آن پارسا کہ دہ خرو داسب رہزن است
 و آن بادشا کہ مال رعیت خورد گداست
 بر قطرہ سہ تنگ یتیمان نظر رہ کن
 تا بنگری کہ پوشی گوہر از کجا است
 بروین بجز دامن سخن از رہتی چہ سود
 کو آن چنان کہے کہ نہ بخند ز حرف است

میرزا ابوالحسن خاں لہ پور داؤد

استخسار

بر خیز ز خواب وقت تنگ است
 بشتاب کہ روز رزم و جنگ است
 ہاں شیشہ بے گلبرگ شمشیر
 از گیوے یار بند بندہ
 بشتاب کہ ترمیم رسی دیو
 اے مست نہ سویم درنگ است
 بر خیز ز خواب وقت تنگ است

بشتاب که روز رزم و جنگ است
تا چند زبان ز ظلم بسته ، از آزادی خویش دست بسته
نویسد بگوشه ای نشسته ، گر چشم نه کور و پا کنگ است
برخیز ز خواب وقت تنگ است
بشتاب که روز رزم و جنگ است

تا چند خروش دآه و زاری ، زین پس نه سسزا است بر دباری
زین پیش نه در خور است خوابی ، فرمای بر دل نه دوس ننگ است
برخیز ز خواب وقت تنگ است
بشتاب که روز رزم و جنگ است

تا دوس به ملک جاگزینند ، تا چند بجنگ تا نشینند
تا دشمن کفرش نه بینند ، خود شهید بجام ما شترنگ است
برخیز ز خواب وقت تنگ است
بشتاب که روز رزم و جنگ است

خوش آن باشد که تیغ آیدیم ، افراسیاب را فراریم ،
شمشیر ز خون سرخ سازیم ، چند است که تیغ زیر ننگ است
برخیز ز خواب وقت تنگ است
بشتاب که روز رزم و جنگ است

از بهر دهن بجا بگوئیم ، در رزم بان پیل چشم
چون شیر رزم بهم خروشیم ، گو دشمن از دور پلنگ است

بخسین ز خواب وقت تنگ است
 بشتاب که روز رزم و جنگ است
 گر دور شود ز جسم ما سر
 افتد در خاک تیره پس که
 ندیم ز جنگ سخت و آس
 تا در ترکش یک خدنگ است
 بخسین ز خواب وقت تنگ است
 بشتاب که روز رزم و جنگ است

الماں ز بے سینه برخت
 دریا دریا سباه آد است
 از زور حریف ز شش تو کاست
 زو بهم و هر اس در فرنگ است
 بخسین ز خواب وقت تنگ است
 بشتاب که روز رزم و جنگ است

شد تیره جو خاک چرخ میسنا
 از دور توپ کوه فرسا
 رشک بگرفت دشت و دریا
 از برف و ز خون زمین خلنگ است
 بخسین ز خواب وقت تنگ است
 بشتاب که روز رزم و جنگ است

شمشیر یان درین نگارو
 آمد چو گان و گلّه با گو
 لرزد دل شیر از میا هو
 هشتاد که روز فرو هنگ است
 بخسین ز خواب وقت تنگ است
 بشتاب که روز رزم و جنگ است

یہ

اے گروہ عشق باز اے یلے
 شد گرفتار ستم مام وطن
 خرم امید اندید اور نیست
 بگسلاں اے مرد بند بندگی
 نیست مرد کار را در گیر دوار
 ہر کہ را در سیر موی و لبر است
 گرد و باز تدبیر از چپ راست
 اے خوش آں مرد کہ بر لایے ار
 تو پندہر سو ہی غود چو مد
 خلطہ اندر رنگہ در خون خویش
 بیش ازین پسند ننگ خوشتن
 یاد آرد از دایوش از دشمن
 انکھ رزین دمنوا زین ننگ و کار
 خانہ ما گشتہ آں دیو زشت
 کہ شود امروز دشمن کامیاب
 پور طہورت بدر زنجیر را
 اے ہوا دار اں ایراں یلے
 رحم بر وے اے جو اناں یلے
 آری از نو دانه افشاں یلے
 پاکبش از چاہ زنداں یلے
 بسم از این تیریں از آں یلے
 دارد اندر کف سر و جاں یلے
 روز نگہ داند از میدان یلے
 جاں سپرد ایران گویاں یلے
 تیر از ہر گوشہ پراں یلے
 نوجواناں صد ہزاراں یلے
 زندہ کن نام نیا گلاں یلے
 زماں ہمایوں روز گاراں یلے
 مرگ بہ زیں روز گاراں یلے
 عرض ما از آن غولانی یلے
 روز ما آپد پیاں یلے
 بند با آں خیل دیواں یلے

شیر شو از گلہ رود بہ مترس
گر قوی از پشت گردائیے

اندر

جام مے دلہ ارگزارید گزارید
نامہ سخن صلح و سلامت ز کس امروز
جنگ است و از آن بندہ غفلت توپ
دزم آمد و جوش آمد و شد موسم کیفر
چالاک دزم سوے ہم آورد و شایید
نگ زندگی خرس سہ کام ہر آمد
تا کالبد خرس بگورے مپارید
از لاشتم وے دست بردارید مپارید

بیاد امام و باب

یکسہ بر زندگانی و نیست
چرخ را رسم هر روز فانیست
چوں جہاں نشستم برائیم
اعتماد بے بد و نیست

کادو استی زما رفته انیش
 بس عزیزان زما در گذشته
 خانماست که شد خالی از مام
 دو دوان که توی ماند از باب
 کس نماند و مام نمائیم
 پورا احزن یگما در فیه است
 جز به ماتم دلش آشنا نیست
 نک نشانه ازان دیر نیست
 جز یغی از آتاں بجای نیست
 اندر آں خانه زیب و نو نیست
 کلبه دال که در آں صفای نیست
 مرگ از زندگانی جدا نیست
 پورا احزن یگما در فیه است
 جز به ماتم دلش آشنا نیست

دکتر خوشحال افشا

دو فالج

دو مار خشم آورده بودند روزی
 یکی را بهد که نه اندوه و سخت
 شکر را بهد ناز یا نانیست
 بهویدیم هر دو را شکر گفتم
 نهادم یکی را بهایات پهن
 پرانگند عطر سے و شور سے و شو سے
 یک از بوستان و یک از دستانم
 پیروزه در بوستان باغبانم
 فرستاد آن دلبر همه بایتم
 یکی باون خود و یکی با نایتم
 یکی را گرفتیم بر چو جانم
 یکی هر دو تا تم یکی در دستانم

کے رانہویم نہ در دست گیرم
 نیکے را ز شوقی کہ دارم بپیش
 میان دو نارنج ہر گنہ سب
 کہ یکا فزون است ہم رنگ ہم بو
 چہ پر سیدم احوال ہر یکا از دو
 بیاض چمنیں گفت نارنج اول
 و گر گفت من نیز آیم ز بستاں
 مرا چیدہ نہ آنجاے دستے کہ دانی
 فرستادہ دست آل دستاغم

دے نیسز نبودن گاہے بر آغم
 ازیں دست بازست دیگر شتاغم
 چہ فرق است آخر ندانم ندانم
 پیش مشا سبم بر دیدگانم
 کہ گوئید از خوشتن دستاغم
 کہ من ناز پرورہ ہوا ستاغم
 و گر بیشتر دین بجوئی شتاغم

زارع

پایندہ باش زارع بد بخت زنجیر
 اے آل کہ زندگانی مادر بقاے تست
 بد بخت خزانہ مست بخطائذ من پذیر
 خوش بخت زیر سایہ ہچوں ہاے تست
 در نزد خلق اگر چہ گہائی و بیخوابی
 در چشم من تو شاہی و سلطان گہاے تست
 یک دانہ زہر دست تو صد دانہ سی شود

ہر شاخہ اے کہ روید از آں ازو طے تست
 دانی کہ خوشہ از چہ سرفراغ گندہ بر زمین
 شکر تو می گذارد و اندر شنائے تست
 از قحط و از غلا نہ شود کار خلاق تنگ
 تمام شکلات و رکفت تمسکاتے تست
 نیکی بخلاق می کن و اسید دار باش
 فرداے رستخیز کیو سحرے تست
 گر مردم از رضاے تو قافل نشسته اند
 خوشنودی و رضا خدا در رضاے تست
 جان حقیر من نہ بود لائق نشاء
 ورنہ ز روے صدق و اعدا تہمت تست

شب ممتاز رکوع ہمارا البرز

فے از نور سپچوں روز روشن	فروزندہ مے گسترده خرمن
نو گنتی آسماں طاقے بند است	چراغ سہر بران طاق است آدن
دیبا مانند اقیانوس آرام	مہ تابان بان "پر تو افکن"
ہمہ سیارگان برگہ و آں ماہ	درخشندہ و سپچوں شک سوزن
نہ زند دلاغر و پیرمان دیس رنگ	چراغے را مثل کش نیست روغن

ثوابت چوں ہزاراں شمع کم نور
نیارم وصف آں شب کہ دین میثر
منوچہری اگر می بود می گفت
چنان فرخندہ شب را اگر بہی
بہاید دیدن آں شب را کہ گویند
کہ عبد ابر فروزمی روز روشن
فصاحت را بود حدے مہین
زبان من بود در وصفش لکن
ہم نامی شوی دیوانہ چوں من
”شنیدن کے بود مانند دیرن“

مرا پیروں زئے دریاے البتہ
گزیدم بر سینغ کہ ہمارے
ندام کوہ را اشباحہ حال است
خوشان است و گریان است خندہ
برقص آمد در آنجا کلک بی جاں ،
در آں ہمتاب شب بریاد ایرا
کتار چشمہ سارے بود مکن
چکے بر سرنگے تشمین
کہ اشک اندیدہ آں ریزد بل من
گے شادی نماید گاہ شیون
مرا ز ایندہ شد طبع سترن
شدم بر صفحہ کاغذ قلمزن

ننگا ہے کہ دم از بالا بپائیں
شدم نو مید و در نو میدی خویش
گذشتہ درس امید کے بمن او
شدم گونی بخواب اندر کہ دیدم
ز دریاے خرد تا بحر عمان
ز یک سو بستہ دیدم سد کارون
وطن را دیدم اندر چہ چویشترن
مرا آمد بدل یاد ”تختین“
بریدم در کراں آئندہ روشن
کشیدہ سرب خطا کے آہن
ز مرز ہند تا سحر حد اطمین
ز دیگر سو کے بس کاویہ معدن

چرا ز اندیشہ نختہ باز گشتم نگاہے دیگر انگنم بمین
 بطور اس اندروں کو دم نگاہے
 دیدم گلخنہ بر جاے گلشن

دکتر رضا زاده شفق

بیادیدم

بگو نا صبح مدہ پندم، گذشت از کار کار من
 حدیث عشق کو تہ کن کہ رفت از دست یار من
 بروز یکسی ہمسایہ من سایہ من بودا
 ولے آنہم نہاد و طاقت شبہائے تار من
 خرد گوید تو انان مرد باید زندہ دل گردد
 درینجا دل ریلود از من عنان اختیار من
 بخواب کو کی قدر صباوت را ندانستم
 کنوں بیستم کہ خوابے بودہ خوشتر روزگار من
 بجان غم چو مرغ تیر خورده آسہاں جستم
 قفاں کر و آسہاں از نالہ ہائے پشمار من

بہار عمر ایام جوانی بود صدافسوس
 گلے نشگفتہ پامال خزاں شد تو بہار من
 کتاب عمر شرح جان کنی ہے من و دل شد
 گے من در فشار دل گے دل در فشار من
 کنوں گننام و بخود زیتن خواہم کہ نہاں شد
 بہ زیر خاک یاد نام بخش نامدار من
 بید وصل تو بر کشور بیکانہ خو کر دم
 ہائید رخت یارا صبور ہی شد شعار من
 دے وارستہ از امید ویدارت اگر بودم
 گرفتار غم و در جسم نماید کردگار من
 بروز ہجر تو دل باقرار وصل خوش کر دم
 چہ بہر پیاں شدم انوس بر من قرار من
 نہ بے مہری شعار تو، نہ غفلت پیش من بود
 ندانم نظم تقدیر است ظالم دیار من
 دلا رفتی و در ہجر تو دلہ اری از آں جویم
 کہ ہر عشق رفت و میرود دار و ندار من
 صبا گر از دلفاروزے سرخاش گذر کردی
 منہ ہر خدا پرک گلے روئے نگار من
 ہمیں پروردگار من دل مادر بدست تو ست

دل مادر بدست تو همسین پروردگار من
 الهی آتش عشقت فروزاں تر شود هر روز
 ز عشقت برنگردم گر بسوزد بود و دار من

پیدا و پیراوم

روز ناتار و دل آزار شد اندر غم یار
 مردم و مورود و دیو و شب آسایند
 پرسم از چرخ که تا چند بسوزد و محو شس
 چرخ بیدل کند از دور آسایت که خوش
 بنگه غم دیدم گشت بغم گوش بزنگ
 ششدر بخت مرا مره تقدیر گرفت
 سوے دیوانه شوم یا که پے پیریناں
 یا که دار وے شفا سکت از شیخ کنم
 تا مگر باز نمایند معامے جہاں
 آں گل چهره که با خاطر خداں دیدم
 آه اے یار که رفتی تو چنین ماه نکام
 گرت یا من دیوانه نبود می پیاں
 یا و باد آنکه طراوت چو همسر دی بود

تو که جانگاه دل آزار تری ای شب تار
 دل دیوانه ما بین بدل شب بیدار
 پرسم از چرخ که تا چند مریر و کبدر
 دهر بے عاطفه گوید بمرارت ز تبار
 ای دل تنگ گشت چنین نگ شمار
 من بیچاره و چار غم زخم سه و چهار
 ره میخانه روم یا که به بندم ز نار
 یا که از پیر طریقت بکنم استفار
 تا مگر رفع شود دیرده ز روئے اسرار
 گشته ام روز خدا یا ز چه شسته گل خواہ
 نوز از عمر جوانی نشده برنج و روار
 ای چه پیاں شکنی بود و دلا این قرار
 هر دو بودیم ہی همقدم و هم اسرار

کوه درین ملک یکو چون تو رفیق صادق
 شده در کشور ما رسم صداقت ترک
 از چه این گونه مرا ترک نمودی بیکس
 یا وایام صبا و ت که چه خوش دور بود
 یا وایام سرور و شغف نور و زمی
 آه بودیم چساک بے نهر از بازی چرخ
 بلبل افسانه همی خواند چه خوش در بستان
 و چه زیبا پروانه تنگ باد آں پروانه
 شاید این آتش غم از اثر آتش بود
 یا وای آنکه بد از شور جوانی ما را
 غم بیچارگی و شادی اقبال وطن
 آه از آن روز که شد مام وطن خواب و پریش
 سر مردان نهر پرورد ایراں گردید
 بس فزونی گشت به یاد ایں تم گوناگون
 چه بگویم ز بسکنج و غم بیچاره پدر
 از سر گفتن ایں قصه جانکن بگذر
 آو و افوس ندانم بکه میگویم راز
 دل خوش یا و نه خود باختہ در سید امید
 بس کن کاشکده دل نیمه اندیشه خام

تا که میباید کنم درد دل خود اطهار
 شده دها همه از مهر و محبت بیزار
 و از چه اے یاد مرا ترک نمودی بے یار
 بود ما را هوس بازی طفلانه شعار
 سحر باد بهار و اثر باد بهار
 پیچ ما را اندیشه ز چرخ غدار
 نمی غنودیم چه پروانه چه خوش در گلزار
 که بر آتشک گلبرگ نمودیم شکار
 که گفته است کنون من عمر من زار
 سر از اندیشه آزادی ایراں سرشار
 بود ما را هوس و مشغله لیل و نهار
 زیر پای ستم و ستمن شوم غدار
 هفت کینه سمرینزه سمر باز تزار
 کشته گشتند عزیزان وطن بر سزار
 چه کنم قصه ز بسج و سخن مادر زار
 تشریح ایں حادثه شوم میسر بگذار
 من که اندیاز بجز خاک نه بنیم آثار
 میسر ند چرخ بد و سر خود چون پرگار
 آخواه خوش شده دست از سن بیچاره بدار

اس جہان گذران نہ ہو دہیچ انگار
 مادر گیتی ہم مرگ جواناں بسما
 کن نیدار است در این گلشن یک گل بچار
 گردش این فلک پیر تو بازی شمار
 غور این بحر رسدن نتواند سپہ ار
 ہوش و جان و خوش خاک نگر و شمار
 نعر گشتار و سخن بخی و یار یک انگار
 برہ عشق گزشتن ز خود و دار و ندار
 اثر نفعہ جان است ورنہ است و مار
 گرچہ از دیدہ نہفتی نشدی گرد و غبار
 در فراق تو بخت و سیمہ کنم صبر و قرار
 تا بہ امان وصال تو رسم روز شمار
 یا کہ بر شاخہ گل نوحہ صراہد چو ہزار
 میکشم یاد تو نام تو نایم تکرار
 روش و راز روان تو کنم استخبار
 آل دل خستہ و خوش گشتہ زنج و تیمار
 غم اورا بدل خویش نایم ہموار
 باد ہموارہ روان تو غرق انوار
 پس ازین نشہ بود نشہ دیگر ناچار

نئے نئے اس مایہ غم و یاس و فغان روا
 پدر پیر خلک دیدہ ازین درد بے
 کس بچیدہ است ازین مرزدنیک جو بے غم
 لاجرم از یہ سمر گیتی گرواں سمریت
 کنہ این مسئلہ را رہ بنودن کردیق
 گرچہ با خاک قریب گشت تن یار عزیز
 مہر و خوش گوئی لب خندہ جاں پر در او
 کرم و خوبی و نفاق و وفا و ای صدق
 اس را و صفات و ان است کہ جائید است
 پس تو بے یار و وفا و رشتہ ناپود
 پس ازین در غم رہے تو شکمبا گردم
 روز ہائی شرم در غم و صلت و ایم
 لنگے در چین و دشت چور و دیدہ تنہا
 غم تنہائی و عشق تو بود در دل من
 بر سر آب روان و سمر گلشن چو رسم
 بیشتر انس ترا از دل مادر جویم
 مہر و لہری او پیشہ کنم ہموارہ
 برواے یار کہ فردوس مکنات بادا
 گرچہ زین نشہ گذشتی و دل نامردی

سید شرف الدین ابنی رشتی

شرح حال خود

گوش کن شرحی از احوال نسیم
 بنده در قزوین بدنیا آمدم
 پدر مرا یک پسر نورانی پدر
 اشرف الدین کرد مادر نام من
 رقت بابکم سوئے خجالت انعم
 در یتیمی خانه ام را شیخ برد
 زاهدان بس خانه را را خورده اند
 من شدم دیوانه از غوغای فقر
 در جوانی با هزاران ابله
 در گئے در که بلا و در بخت
 بر سرم زد باز شور ملک جسم
 باز از قزوین بچشم اشکبار
 پیش استخوانم اندامم

تا نامی گریه بر حال نسیم
 چند سے از بہر تماشا آمدم
 مادرم از عمرت خیر البشہ
 رنجت شہد معرفت و کام من
 من شدم ششماہہ در قزوین نسیم
 ملک و مالمانہ لاد غصب خورد
 ہستی بے چارہ ادا بردہ اند
 در بدر گشتم ز اسبیل فقر
 رفتم از قزوین بسبب کہ بلا
 متکلف بودم بعد وجد و شغف
 آمدم از کہ بلا سوئے مجسم
 جانب تبریز گشتم ز ہمسایہ
 ہیئت و جہر فیہ و ہند

جلہ را ایک دورہ خواندم والسلام
چونکہ شد مشروطہ این شہر و دیار
عطر بخشیدم ز بولیش مغز را
جنگ جن با شکما بلیس شد
شد حیاط پارلمان بمب اردماں
"صدور اسرافیل" بانجم و گھر
در مجامع ہم دہن ہا بستہ شد
بار دیگر پارلساں مفتوح شد
مردوزن ارواح بخشا شد نسیم
جلہ و گھر دید سوے ارض طوس
شہرا بمباردہ و تخییر شد
غرق خون شد جلہ اقطاع فرنگ
پادشاہ روس از سخت افتاد
نیکیاہ روسیہ شد بے کلاہ
در ہزار و سی صد و سی پنج بود
مادہ تاریخ قحط شد شلوغ (۱۳۳۶)
باب رحمت شد برے خلق باز
در فرنگستاں بساط ماتم است
کس نمیداند طالع کار صیت

صرف دین و تفسیر و کلام ،
در ہزار و سی صد و ہیت و چہار
کروڑ کروڑ آدمی ایسا نسیم نغز را
لاجر چون بطراں پارلساں تالیس شد
کنہ بعد چندے از تقاضاے زماں
گرچہ کشتہ گردیند با خون و خطر
مہر و دلایات انجمنہا بستہ شد
کرم سال عیش و زہد (۱۳۳۲) انبساط روح شد
ایں باز در گیلان ہویدا شد نسیم
پس در ہزار و سی صد و سی شاہ روس
پس سال غلب (۱۳۳۲) جنگ ٹالکیش
روز منتقل گردید اوضاع فرنگ
لنگام آتش اندر جان بدیخت و فتاد ،
غم غم از ہجوم بلطویک داد خواہ ،
بر سر قحط سختی کہ صبر از دل رہود ،
بیشتر در حساب ابجدی ہم بے دروغ
مہر و در ہزار و سی صد و سی ہفت باز
بر و ایک دنیا باز در ہم برہم است
گرچہ صلح می خواہند لیکن صلح نیست

شرح آل قحطی و آل رنج و عذاب با اشارہ درج شدہ در این کتاب

عاقبت ایران

میشود دنیا بکام اهل ایران اے نسیم
 آفتاب معرفت گردد درخشاں اے نسیم
 از فضا اے لامکاں باد بهشتی میوزد
 دشمن اسلام از حسرت ہی لب میگذرد
 از سعادت دور می گردد و ز سمر و سوسه
 کو دکان شغول تحصیل حساب و هندسه
 مزروع بر آب دما آبپاری میشود
 چشمه های علم در این خاک جاری میشود
 مادران در تربیت مشهور و در راں میشوند
 کو دکان در مدرسه با علم و عرفاں میشوند
 بعد از این بیگانگان اندام حق گردن خویش
 آب می نوشند در یک چشمه با هم گریه و میش
 مردان از قبر برخیزند با وجود سرور
 یعنی امروز راست بر سر پتیاں پیغم ظهور

می نماید شادمانی هر مسلمان اے نسیم
 نور باران میشود این شهر طهر اے نسیم
 بلبل قدس الهی بر سر گل می خنزد
 پهن می گردد بساط عیش و خفاں اے نسیم
 میشود ایجاد در هر کوچه اے یک مدرسه
 نقشه جغرافیا درست طفلان اے نسیم
 شیخنا دی میکند ظالم فراری میشود
 مرد و زن لذت برند از کرم و وفا اے نسیم
 دختران از معرفت شیرین سرازیر میشوند
 میشود هر کوچه پر جوهر و غلماں اے نسیم
 مومنین را هیچ کس شب نمی آید به پیش
 میاید روح القدس بر مرد و جان اے نسیم
 با کفن بیرون چند از مقبره اهل قبول
 روستائی اوقند در سطح اسکاں اے نسیم

عقل باور و روح با مغز با یکساں شوند
 و آنکه این بیچارہ حیوان ہا ہمہ انسان شوند
 میشود و دیو بہالت کشتہ در گودال ہا
 خوار میگردد و دندان بیکار ہا را ہا
 خاک تحت خیز لہران تاج دنیا میشود
 عارفان را جانتی و تماشا میشود
 راہ آہن میکشد آخر قطار اندر قطار
 بس و گریختن بنید درین شہر و دیار
 در فراشہ جلوه گر گردد و قد و عمارت صلح
 صیغہ (صاحت) بیخوابند و مضامین صلح
 شاعران طاهر شہر و انحال اہل شدن
 مغز ہا کے کہنہ مشتبہ استخوان خواہ شدن
 میشود و دنیا بکام نوجوانان اسکے نسیم

از نظور علم شکلا ہمہ آساں شوند
 این نفاق اختلاف آید بہ پایاں آئیم
 مہید بہ تغیر (علم و عقل) براحوال ہا
 ساحر و جن گیر ہم گزینہاں لے نسیم
 اندر و ہر علم و ہر صنعت نہایت میشود
 متصل میگردد این قزوین گیلان آئیم
 آب شیرین میچشد این ساکنان گزہ ار
 ہر گدازے می خورد مرغ و فنجان آئیم
 میشود دنیا کے کہنہ بجا زین دنیا صلح
 امریک و انگلستان و روس و آلمان آئیم
 گنہا پیدا از خاک طاقان خواہ شدن

غزلیات

ملک اشراق بہار خراسانی

(۱)

شمیم و دل مشعلہ افروز و دگر پیچ
 ان نہ بود معنی دیدار کہ داؤدند
 شب تاب سحر گر یہ جانسوز و دگر پیچ
 از بارہ سنگے شرف اندوز و دگر پیچ
 در کتب دل عشق بیاموز و دگر پیچ
 از عمر حساب ست بہاؤ و دگر پیچ
 گوارہ تراشت و کفن و دگر پیچ
 لوحی سیہ و چند ہر آموز و دگر پیچ
 خواہد بدل عمر بہار اندہمہ گیتی
 دیدار رخ یار دل افروز و دگر پیچ

(۲)

و انصر پیاں کہ بجا بیستہ جاں جاوارند
 مستبدانہ چرا قصہ دل ناوارند

دلبران خود مهر و مهر جان و در وی صفت
 نگاه لطف است خوشی نگاه عتاب است غنا
 خوب رویان او باز چه در مردن ما
 گرچه در قاعده حسن سیاحت چال
 عاشقان ما سرزادی استقلال است
 صفت خزان تر است سیاسی است
 دل بسکین من از قرض یک بوسه گذشت
 بجهت قانون سپه ناز تو است ترک پیر
 این چه صلیح است که در داخله کشور دل
 بکیمسین عریض چه کنیم شک و تو
 ما بتوضیح دو چشم تو قانع نه شویم
 در پناه سر زلف تو بهار است
 حکم فرما که در محکمه حسن و جمال
 را از داران تو در این محکمه دل
 دل غارت شده در محضر عدلیه عشق
 سخن تازه عجب نیست از طبع تو بهار
 که همه شریا منطوق گوید دارند

در نه در خانه غیر از چه سبب جا دارند
 ما چه از این همه بلیک تقاضا دارند
 حیل سازند گر اعجاز مسیحا دارند
 مسلک است که خوبان او پا دارند
 که ز بلیک سر زلف تو پروا دارند
 بانفوذیکه بمعجوره ولسا دارند
 با شروطی که لبان تو همیا دارند
 در حد و دل یاران سر نهاد دارند
 خیل قزاق اشارات تو ماوا دارند
 که همه حال من بیدل شیدا دارند
 ز آنکه با خار جیال الفت و نجا دارند
 که در دولت دل مجلس شورا دارند
 هر چه آں حکم تو باشد همه مجرا دارند
 نطق از رز و بان تو تمنا دارند
 منظم شد و چشمان تو عاشا دارند

(۳) تا بکنج ببت آں خاک سپه رنگ افتاد
 نافه را صد گره از غول بدل تنگ افتاد

آن نه خط است بر آن عارض نه نقش نگار
سبب از سبب جهان است که بنگار شود
در بهشت چشم من از بهشت بهشت کشید
از دل گم شده خویش فرو بسیم چشم
دام اندر دل سنت تو نه که داشت اثر
که چون مهره چنگ این غزل آهنگ بهار

چنگ در دل زد و با چنگ هم آهنگ افتاد

(۴)

اگر تو رخ نه کنائی ستم نخواهد شد
تو پاک باشی بر دل آویز حجاب ترس
اگر بر آن سحر است ماهر و که روز مرا
گرم زنی چه ظلم بند بند این سر من
زحمت و غولی تو بیج کم نخواهد شد
کعبه بصید غزل خرم نخواهد شد
کسی سیاه بزلفت قسم نخواهد شد
ز بند گیت جدایک ظلم نخواهد شد
رقیب گفت بهار از تو میرشد بهیات
بهرن مفت کس ستم نخواهد شد

(۵)

ای زنگست سنجق در فتنه بار کن
چشمانت را احوال بود از دیدن رقیب
افت چکونه دست دهمین ما و سنج
مادر درون میگرد و صعبا بجام ریز
دست خیل تو دست تلال و در کن
آهجوم ریف گمان زمرگ حتر از کن
ماکار بر حقیقت و او بر حجاب از کن
شیخ از درون صومعه دل از کن

بادشمنان ز تیرس دم از دوستی زدیم چوں ملحدے بخاطر مردم نماز کن
کار بہار و یار بد و زانوش کہ ہست
دایم بہارنا ز کش و یار نماز کن

آقے حبیب یغمانی

(۱)

تہ کہ دم جوانی تا کنم خوش زندگانی را
چہ سود از زندگانی چوں تہ کہ دم جوانی را
بود خوش بختی اندر سعی و دانش در جہاں اما
در ایراں پیروی باید قضاے آسانی را
بقیہ رشتہ جاں عبدستم با رہا با خود
بکن آموخت گیتی ست عہدی سخت جانی را
بجوید عمر جاویداں ہر آنکہ پیچون بسیند
بیک شام فراق اندوہ عمہر جادوانی را
کے آگہ می شود از روزگار تلخ تا کمال؟
کے کو گستر و ہر شب بساط کامرانی را
بر اماں خون دل اندویدہ افشانن کجا و اند؟

بسا غراں کہ می ریزد شراب را غوائی را
 مذاقت تلخ تر از صبر بونے چوں نثار من
 تو ہم اے ناصح ارسیدیدی آں شیریں زبانی را
 وفادہر کے دار و جیبیا آنکہ می خواند؟
 باسم ابلیسی رسم وفادہر میانی را

(۲)

نہیں پس باید کہ در راہ عمل زد گام
 و اندر آں رہ کرد اندر ہر قدم اقدام
 شام جمعے ہچو صبح و صبح تو مے ہچو شام
 دامنے گیر ماند جبا ایں صبح با ایں شام
 کامرانی نیست مخصوص گردے خود پیرت
 کام خود ز آناں گرفتن باید اے ناکام
 آنکہ خون رنجبہ را ہچو مے در شیشہ کرد
 کرد خوش را بباہر ہچو مے در جابہا
 اختیار جلس و اعدام کہاں دکت نگر
 ناکسے را کہ باید جس با اعدا ہما
 مالک و دہقان غنی و بینوا شاو و گدا
 محو باید کرد دواز روے زمین ایں نامہا
 یک طرف تسبیح بیکر یک طرف تخت الخنک

شیخ را باشد بر اے صید احق را
تا بکے تقلید بک دیگران بایست بخت
طرح از نو همچو طرح خواجہ باخشا ہما

(۳)

زا انقلاب بے سخت جاری سیل خون بایست کرد
دیں بنائے ست پورا سرنگوں بایست کرد
انہ بر اے نشہ آزادی زباں باید کشاد
اد شجاعیوں عالم را ندیوں بایست کرد
تا کہ در نوع بشر گردد ستار
سعی در انقاع القاب و شئون بایست کرد
ثروت آنکس کہ می باشد فزوں باید گرفت
و آنکہ کم از دیگران داد و فزوں بایست کرد
منزل جمعی پریشان مکن قومی ضعیف
تقصیر اے عالی انصاف دوں بایست کرد
ہر کہ پار ازیت و تسبیل میشود بایست گشت
آرے از تن خون فاسد را بروں بایست کرد

(۴)

در مرتبہ باید مردہوں چرخ بریں باشد
در دست خدا دین قدر و زریہ زمین باشد

در نہیب من بزمان بہتر بود از گسنام
 جہر بل ایں از نیست شیطان بعین باشد
 در بحر قیابید چوں خن تگ و پوئے داشت
 در قفس نہ چار آں در کہ وزیں باشد
 زین زندگی یک شکل انہم وہ دلم کے کاش
 یا بہتر ازیں گردید یا بدتر ازیں باشد
 شاید کہ ضعیفان را اوضاع شود بہتر
 در گیتی اگر مجرہی دستور نیں باشد
 وضع غمی و درویش آں یہ کہ شود تبیل
 یک چند چنان می بود یک چند چنیں باشد
 اشعار حبیب از نیست مطلوب بود معذور
 کے شعر ترا نگیزد خاطر کہ خزیں باشد

(۵)

زیاداں ہر کہ یادش مہرباں تر،
 ہمہ مہ طلقاں نامہرباں تر
 وز آہنا ماہ من نامہرباں تر
 دے دلدادہن شیریں زباں تر
 تمام دلہراں شیریں زباں تر
 بہاے بوسہ داوم جان و شادوم
 کہ جاں از بوسہ اش نبود گراں تر
 گرانسانی، بخور دواں تا کہ گفتند،
 کند می آں چنناں را آں چنناں تر
 جوانی خوش بود گر بگند رانی،
 بھل دلہرے از خود جواں تر

۴۲
 اگر از کار دانی بهر بردی
 بگویش از جاب که گم روی رواں تر
 و اگر گشتی توانا تر مکن جور
 مباش این ز خشم ناتواں تر
 با ستادی حلیت می شناسد
 ازین اشعار اگر گفتی رواں تر

آقای ناصر الدین خان سالار شیرازی

(۱)
 نرگس قباے سبز بر ایستاده است
 در سیم گوی طبعی قلع زرنه داده است
 افکنده سر بریز ز شرم رخت و لے
 چشمان شوق پیش و پشت گشاده است
 سنبل صفت نهفته ز موے ز بوی تو
 گشته است بقرار و خجود تاب داده است
 از تراله پر شده است نوک سله لاله را
 یا بزم دوست افتد جوهر ز باده است
 آورده بید مشک بشارت چو از بهار
 بر پای یوس بسزد بهایش قناده است
 آب است یا بلور در خشان کنار سرو
 با جو بیار ما هم پر سیم ساده است
 گلبن که مادر است گل سرخ باغ را
 هرگز نگل نخوی رویت نژاده است
 سالار تا که مات رخ نازنین تست
 بس شمسوا شعری پیشش پیاده است

(۲)

کله نهاد بفرق و بفرق کتاب گرفت
کشود چهره علی رشم مدعی از خست
فلکند چادر ذلت بجلوه شد طاؤس
نچید کیسوی همچون کند رابے چا
نه کرد همسرخ لب از غازه بهر آتیر
از آن بگرد بیا اید آفتاب جمال
عرق نبود که از رطبه پاک نمود
خواست شربت شیخ ریاب به مجلس و عطا
مرا که بود چو سیمرغ گوشه عزلت
کنون که خطه طهران از آن بود آباد
عجب مداد که همراه او رود سالار

حجاب ابرو زخسار آفتاب گرفت
خطا گیر براو کوره صواب گرفت
تزد و من ز بدن میت غراب گرفت
گلوی شیخ زیار از غم طاب گرفت
وے ز خون دل الملب خضاب گرفت
که چشم مردم بیند ز جلوه تاب گرفت
ز برگ نازک گل قطره کلاب گرفت
بسوی بزم شد و ساعت خراب گرفت
چنان ربود که کج شک را عقاب گرفت
که گفت گنج روان جاس در خراب گرفت
در آن میان اسیران بانبخاب گرفت

کے کہ دید غزلماے شاعر شیراز

ہزار نکتہ باستاد فارباب گرفت

(۳)

چو بہ مسجد خبرے نیست کلیسا برویم
حرف حق را ہم منصور صفت پاک گرفت
دوستان آہ بجز از دشمنی و جلیہ چو نیست
لنترانی سخنوم گر بہمت صاب گرفت

بہ طلبکار ہی آں دلیر تر سا برویم
گہیہ بردار از آن گفتہ چو جیسا برویم
بہ کز ایشان بہ پناہ در اعدا برویم
بازہ سیریش ادنی گوے چو موسا برویم

زن و فرزند اقبال نبود یا سفر
من دل ہر دو دریں بادۂ تہا برویم

(۴۱)

بے سہی قد تو اسے سر و خراں چکینم
بے سہ چہر تو اسے ہر درخشاں چکینم
دیدہ گرم کہ گرفتارم ز تہا شاگہ حسن
عاطلاں بادل دیوانہ ناوار چکینم
ہمہ آفاق در اوصاف تو حیراں نامند
مستقیم رشوم گرم حیراں چکینم
قصہ کافر و مومن نہ اید و ست کہ من
بے لعل و زلف تو با کفر و ایماں چکینم

شعرین چوں شکر و شور بسر چوں فرہاد
بے تو شیریں سخن اسے خسرو خواں چکینم

(۵)

ہجر آرزو مرا فک وصالے کردم
شاد ماں خاطر خود را بخیا لے کردم
در رہ وصل تو پای طلب از سر سازم
اگر از دست فراق تو مجا لے کردم
وصل تو گریہ دروغ است چو دل غم است
وعدہ دادم از او دفع طاس لے کردم
گریہ این نیست بدشتن خون دل است
اگر از دیدہ رواں آب لے لے کردم
حال دل را از غم عشق تو خواہم تو گفت
اگر از دست شتم ہاے تو حالے کردم
ہر کسے پیفتہ پیرے من چوں سالار
خویش را پیفتہ حسن و جمالے کردم

یک زماں بود بہر بخیر کارم ہمہ شیر
حالے انہر غمے عید غمے کردم

(۶۱)

در کش من از ذکر صد فکر صنم به
از سنبیل و از سبزه و از سوسن و سوری
شادند و تپان ز جدائی من از دوست
هر نه که در زمانه ای از عشق نباشد
جز از لب لعلت بهوس بوسه ندادم
حق نکمک باب شیرین تو ام هست
بر خلق ستم هست اگر رے پوشی
طاووسی و برتن پیکشی جلد غایب
باید که زمانه ای برمی آید که شیراز
دینار و درم گر بودت بذل صنم کن
نه مانج سجا باشد و نه سخت ز جفید
از این نعمت که خدا داد با لارا
شد نعمت وصل تو ز انواع نعم به

(۶۲)

بوسه ای ز لعلم داد آن نگار و دهانی
در گنج گیسویش با و دل شویم از جمع
ترک چشم خون زینش خادش دل دیں کرد
دوش ذکر ای از زلفش زیند بکلفه زندان
دست اهر من افتاد خاتم سلیمان
موبو بیاں سازم شرح این پیشانی
کفر زلف هندویش تو دره مسلمانی
تا سحر نشد کو تا ه آس حدیث طولانی

بے تمیزی اعیان کردہ روزِ پاؤں شب
 دفتر کیاں برخواں شوکت عجم میداں
 در نہ بد چوسہ روشن و ز گاہ ایرانی
 رفعت مکان بنگر بر بعد ساسانی
 مصر مملکت چہا ہچو ماہ کنعان است
 در غمش وطن خواہاں ہچو پیر کنعانی
 اتحاد با آلمان بہر بازیان دارد
 سودا باشد اگر دی دوست با بریطانی
 ملک میر و از دست نیک سعی و جد کن
 وقت را غنیمت دہاں آں قدر کہ بتوانی
 گفت این غزل سالاد با وجود و شوق آید
 روح حافظ و سعدی و نورسی و خاقانی

میر حسین خان سعادت نوری

(۱)
 اے کہ گفتی در جہاں ہرگز نگلے بے خار نیست
 ہاں گل بے خار مارا بکہ در گلزار نیست
 در غم یادان جلفا و کنار زلف رود
 روز و شب مارا بغیر گریہ دیگر کار نیست
 پشت باشد خشم ز بار غصہ و اندوہ و غم
 در و بیار است لیکن جرأت اظہار نیست
 باکہ گویم داستانہاے دل پر در زخویش؟

۴۹
 یک وفا کیشت کہ باشد محرم اسرار نیست
 با چنین وضع خراب و کج روی ہائے فلک
 کو کسے کا کنوں ز عمر خوش تن بزار نیست؟
 از پے نفرین اعدائے ستکار و فل
 شب بنیہ ما و مرغ حق کے بیدار نیست
 در حقیقت مفسد تہائے کراوات و ککل
 کمتر از نعلین شیخ و خرقة و دستار نیست

(۲۱)
 دلم غوں زان بت تاہربان است
 اگرچہ ساکن کرمانم اسما،
 بسان زندہ رود از دوری یار
 زبیس دل تنگم آں بہتر پرسی
 تو گوئی از ازل شد بہرہ ما
 نمیدانم چہ شد کاندہ جوانی
 خرابی از دل تنگم عجب نیست
 ہر آں ذلت کہ آمد بر سر ما
 ہدام از گردش این چرخ کجرو،
 کہ بامدادیما او سرگران است
 تمام فکر من در اصفہان است
 ہدام اشک از چشم من دان است
 کہ احوال خراب ما چسان است
 ہر آنچہ غصہ و غم در جہان است
 بہار عمر ما ہجوں خزان است؟
 کہ گنج نعم بکج دل نہان است
 بجا لم جلہ از دست زبان است
 مرا انگشت حیرت بردہان است
 مزن دم از وفا و از محبت ،
 کہ دنیا فاقد ہم این دہم آن است

(۳)

رفتی و در فراق تو مارا قمار نیست
 مادام شبانه روز بجزر گوهر کار نیست
 ریزم پیر فلک غم بزم کز جفا به چرخ
 بد بخت کس بان من نغمه کار نیست
 شام فراق در غم هجران عارضت
 گریاں چو دیدگان من ابر بهار نیست
 از چیت های که بلبس پیچاده را ببلوغ
 بهر بجزر شکر گل طعن خار نیست
 رو در چمن دے بریا حین نظر نسا
 بنکر که لاله چون ل من دانه دار نیست
 از دست روزگار جفا پیشه الا ما
 گو یا غلام و چاره بجز استیجار نیست
 غیر از جفا و کینه و ظلم و فساد و بغض
 از مردمان دون جهان انتظار نیست
 کم کن فغان و ناله سعادت چرخ دول
 کاسید مهر از فلک کج مدار نیست

(۴)

مطرب امشب سرغوش است و طرز دیگر نمیزند

نیک بخت آنکس که یا محبوبه ساغر میسزند
 در غم آن خسرو شکر لب و شیریں دہاں
 ہر کہ چوں فرہاد باشد تیشہ بر سر میسزند
 و بسرا بنیم ترا ہر کہ بسبزم دیگران
 موز غیبت بر تنم گوی کہ نشتر میسزند
 چوں دہم شرح فرات ز آنکہ نوک خامہ ام
 آتش اندر آہ و اوراق دفتر میسزند
 پیش وے گرد لبان رو بے شیر فلک
 چوں بے رعنایم خون کیو تر میسزند
 سوے وا غطشد پلید از حرص و باز آں رویا
 ایند رو آں در بر اسے زرا حرم میسزند
 داد باید صبر براہ آں کہ بادست تھی
 پشت پایر ملک دارا و سکندر میسزند
 شب رود در خانہ خسار دور روز العجب
 شیخ لاف مسجد و مہر آب و منبر میسزند
 آتشم بر جاں فقہ ہر کہ کہ بیستم مدعی
 بسرا بر لب لب میگہ کن دلبر میسزند
 بر فرزند عارضت زلف تو باشد فی المشعل
 ہچنان مار سکہ کہ رو سکہ گنج خیر میسزند

عصر سخت البحر می و طیاره و ماشین و ریل
 شیخ ماسن باب جنیت دم اندر میسند
 می کند جمے پریشاں روز مارا ہم سیاہ
 شانہ تا بر جہد مشکین مغیر میسند
 تا سعادت زد و دم از شد لب و لدا از خویش
 شعروے حد طعنه بر قفسد مکر میسند

(۵)

خدا را تا کی در شہ کر ماں
 شود سیل سر شکم زندہ رودے
 دلم را بردہ بے ہرے کہ باشد
 نگر دو شام ہجران در ہرہ عمر
 بیا و طرف مشکین و لبہ
 طبیب حاذقی کو تا بگوید
 ز ہجر عارض گلگون دلدار
 شعار عاشقان و در ہر این است
 سحر کہ در چین این نغمہ سر کرد
 جلال و جنت گیتی بقاے
 بزین مطلب تولدے از سر شود
 و موزاں شیشہ منصور دم نیست

بدم رو سے حکمت دل بجاں

(۶)

مدام از دست آن ترک تنائی
 ننید انم چرا آن بخت شوخ
 به پیش تیر آسم رستم آسا
 زنده مردم ز نوک مژده خویش
 ظلم و جور آن شوخ جفا جو
 چه باید کرد کان عیار با ما
 ننید اندر که در عشق و محبت
 بیا دآن گل سود می دادم
 شده در بوستان مهر از اول
 بنرم دوستان شرمند ماندم
 نباید شکوه از گردون من کرد
 صبا از ما بگو با خیل یاران
 بیاگر دیده بسیار بجای
 نخر که چون شدم از خواب بیدار
 به و ایرانیا کن شکر ایند
 اگر دیده و زایمان بود و میراں
 در انظار اجانب خلق ایراں
 قشاقم اشک چوں ابر بهاری
 بود از عاشقان خود فراری
 کند او دعوے اسفند یاری
 به قلب من هزاران زخم کاری
 کنم تا چند و تا که بدو باری
 چو دنیا می کند ناسازگاری
 بود مادر اثبات و افشای
 بود گلگون سر شک دید جاری
 نصیب ما و لاله داغدار می
 خدا سازد سپهر بوی نداری
 که گردیده سمر در کجدار می
 اگر در ملک طهران می آری
 دوست گلرخان لاله زاری
 شنیدم از نسیم جو بیاری
 که پا تو کرده اینک بخت یاری
 ز افشار و بلوچ و بخت یاری
 سر سر سبز پیر از شرمساری

بجده اللہ کہ شد ایران منظم
 زمین جد و جهد شریاری
 شهنشاه بزرگ پہلوی آنکس
 بر او ختم آمدہ ایران مداری
 حقیقت وضع کشور شہ امروہ
 زہر سوباعت امپہ واری

آفتلے محمد جو اد شباب کرمان شاہی

(۱)

ہر بندہ را کہ داور کیت کمال داد
 ہر بندہ را کہ داور کیت کمال داد
 مال و منال زمین دنیا بود و لیک
 مال و منال زمین دنیا بود و لیک
 عقل و کمال زمین مرد نہ ہر کہ را
 عقل و کمال زمین مرد نہ ہر کہ را
 ہمشہ از تاجہاں نہ فریبہ تر اہمال
 ہمشہ از تاجہاں نہ فریبہ تر اہمال
 دنیا و نعمتش چون ظلال اند یا خیال
 دنیا و نعمتش چون ظلال اند یا خیال
 ققائہ ایست دلبر دنیا کہ بافتوں
 ققائہ ایست دلبر دنیا کہ بافتوں
 بر پشت نفس بار ملاست نمود حل
 بر پشت نفس بار ملاست نمود حل
 زہار ز این عروس کہ ہر خطہ با یکوست
 زہار ز این عروس کہ ہر خطہ با یکوست
 بے خاطر مگر دے بے رنج جہان و تن
 بے خاطر مگر دے بے رنج جہان و تن
 بالین زبان دہر ز جالیسنہ خود بکس
 بالین زبان دہر ز جالیسنہ خود بکس

فرخندہ نعمتے کہ نہار و نہوال داد
 فرخندہ نعمتے کہ نہار و نہوال داد
 شاد آن کسے کہ زیب وجود از کمال داد
 شاد آن کسے کہ زیب وجود از کمال داد
 ایندو گراں در داد نکو تر خصال داد
 ایندو گراں در داد نکو تر خصال داد
 گو خود فریب نوع بشر را ہمال داد
 گو خود فریب نوع بشر را ہمال داد
 عاقل چگونہ دل بظلال خیال داد
 عاقل چگونہ دل بظلال خیال داد
 عشاق را فریب بجن و جمال داد
 عشاق را فریب بجن و جمال داد
 کہ دل بدیں عجز زہ خوش خط و خال داد
 کہ دل بدیں عجز زہ خوش خط و خال داد
 نپذیرد تفتہ از بتو وعدہ وصال داد
 نپذیرد تفتہ از بتو وعدہ وصال داد
 کس را نہ قرص مان نہ آبے زلال داد
 کس را نہ قرص مان نہ آبے زلال داد
 ہرگز نہاد میوہ اگر داد کمال داد
 ہرگز نہاد میوہ اگر داد کمال داد

ازین برادر رشید آمال کایں درخت
 مست از مے غور مشوز آنکه ز این شراب
 و متقان خویش را شتر آخر مال داد
 هر کس چشید عاقبتش انفعال داد
 کج کفایت جوے و قناعت که هر کس یافت
 او را نتیجہ ہائے نگو با ل مال داد

(۲۶)

خلق اگر در عید قرباں برہ قربانی کنند
 عاشقان جاں برخسے جانان یا سانی کنند
 در بر عشاق جاں باشد متاعے بس سبک
 کافرند اریار خواهد جاں گر انجانی کنند
 دیدہ و دل ہر دو جاعے تست پسند از وفا
 کایں دو جہاز گریہ و غم رو بویرانی کنند
 بر رخ روشن پریشاں تیرہ زلفت نامکن
 تا پریشانی کم اظہار پریشانی کنند
 گر تو یلی و شش رخ برقع بر اندازی یقین
 همچو مجنوں خویش را جمعے بیابانی کنند
 بر سخندان روا باشد ملائت ہر را
 بارخت شبہ اگر از رخنہ نادانی کنند
 یوسف مصر جمالی در فراق عیب نیست
 عاشقان گر گریہ همچو پیسہ کفانی کنند

خاستے از لب ترا باشد کہ ہر اذہم رواں
دست اگر یابند دعویٰ سلجانی کنند

ہندوی آتش پرست خال چشم کافرت
سر آخر زخمدین سلجانی کنند

با خیال چشم بادامیت مژناضال ہلکی
قوت خود بادام را در ترک حیوانی کنند

شکریں لعل ترا شک نیست کہ بیدار نشیست
گر کساں تشبیہ بایا قوت رمانی کنند

(۳)

چنانکہ ابرو گل اندر بہار گرید و خندد
دل من ولبت اکے گلخدا گرید و خندد

بہ بینوائی فصل خزان و شادی گل
شگفت نیست گر ابر بہار گرید و خندد

دل بسینہ کہ از درد یار و گہ بامیدے
کز آن نگار شود کا مکار گرید و خندد

ز ہجر یار و بہ بد عہدی جہاں پس مردن
روان پاک من اندر مزار گرید و خندد

ہزار اگر یکبشندم بجرم عشق جبیم
بپایدار می من پائے وار گرید و خندد

کے کہ ہچوٹش باپری بود سر الفت
یقین شباب کہ دیوانہ وار گریہ بخشید

(۴۱)

اے دل اشب انتظار وعدہ دلدار دار
کم تو نیز آخر سر شک از دیدہ خونبار بار
سینہ سینا شود نرم من آں شک پھی
بر فروز و گرد و از پھر چوں گلزار تار
نگس پیار وے با مار زلفش خوش نمود
کے شنیدستی کہ گیر دانش با پیار مار
میزندیشم بدل از مرده آں غم خوار دل
واے بر دل میخدا بریے چوانہ غمخوار خار
خلق گویند چرا ہوش تو از سر کرد رم،
بر دغش و ہوش و دانش از من آں ہشیار یار
تارے از زلفش صبا با خود بت تار ابرو
رو تو را سازد بچشم مردم تار تار
بے گل بفساد آں گلزار خوبی دایما
با نغان و نالہ ام چوں مرغ در گلزار زار
بچنان ماہ منظر گر چہ در فرخار ہست
ہست پیش و بر من لعبت فرخار خار

باہ من عنبر فروشاں اہی ماند شباب
زانکہ برو شش بود اندر لفت عنبر بار بار

(۵)

دانی اندر سر سوداے تو چوں شد دل من
خوں شد اندر دست تو دزدیدہ بروں شد دل من
طائرے بود ز صیاد گمیزاں عجب ہم
کہ سرا انجام گرفتار تو چوں شد دل من
داد ہر دم ہم جا پہنچ کہ داد نہ داد
تیا کہ در سینہ زبید او تو خوں شد دل من
من کجا باد یہ پر خطر عشق کجا
بچنیں راہ مرا راہ منوں شد دل من
ہر افزا است خط سیر تو چوں ہر گیاہ
ہر آتش بتو ہر لخط فزون شد دل من
خال چوں نقطہ نون تو بخارہ چو دید
سبب آں گشت کہ چو حلقہ توں شد دل من
گر شباب از توجہ نیست تو آدماش
جرم من نیست کہ بے صبر و سکون شد دل من

(۶)

بادیدہ دلم می گفت اشک از تو آہ از من

آگاہی او شرط است غدا از تو خواه از من
 چاہد همه ز این سان است کورابر خندانست
 یوسف مصری گو تخت از تو و چاہ از من
 تن سستی و جاں سختی اے آفت جان و تن
 آموخته اند این دو کوہ از تو و گاہ از من
 حر با اگر اندر عشق غور شید پرست آمد
 من ماه پرستم گو مہراز تو و ماہ از من
 گویند ز دل را هست در دل عجم ایدل
 کانداز گل سختش نیست را از تو و آہ از من
 بر ملک وجود من چوں بادشہ بنشین
 بر دیدہ تو اینک پا از تو و گاہ از من
 در باز می عشق تو مغلوب شباب آمد
 ذراں روئے کہ می باشد آس از تو و شاہ از من

(۶)

روئے نیکت را نگویم اے پسر غور شید ماہ
 زانکہ زد پیغامہ رخسار تو بر غور شید و ماہ
 دشمن از نور رخ تو شام تا د عاشقان
 حاش الله کہ بود این نور در غور شید و ماہ
 مر و گاہ را ز ندہ جاوید ساز و دیدنت

اے سیحادم نہ اندائیں اثرِ خورشید و ماہ
 اے سپہِ رحن ہر جا پائے بگزار ہی بنجاک،
 فخر را سایند بر آں خاکِ سرخ و رشید و ماہ
 بامِ تاشام ابرو فروزی رخ رنگیں بیام
 روئے نمایند از مشرق دگر خورشید و ماہ
 سنبل و ریحان و عہر باشدت بر رخ کہ دیت
 سنبل و ریحان و عہر تیج درخو رشید و ماہ
 لاف در میدانِ زندحن تو گمر بر آسماں
 تیغِ ابروئے ترا آرد سپہِ خورشید و ماہ
 فرق بردار از میاں زلفِ سیہ بر رخ منہ
 تا نناشد آیتِ شام و سحر خورشید و ماہ
 تا دہند آوازہٗ حنّت بگیتی انشأ
 چون سفیر اند و ایم در سفر خورشید و ماہ
 از نظر بازان تو دیگر کے آرد در نظر
 کہ بود در سلکِ اربابِ نظر خورشید و ماہ
 لائقِ نسبتِ تبا شد ارچہ چشمِ دل ندید
 تا دہد نسبتِ بتو چہیرے مگر خورشید و ماہ
 دلِ بمعنی داد باید نے بصورتِ در جہاں
 ہست روئے نیک تو معنیِ صو خورشید و ماہ

منع نواں کرد شاں دیدند رخسارت اگر
 چوں پری دیدہ شدند آسمن سرخوردشید و ماه
 آسماں شاید مرا خوانند تا تو با منی،
 زانکہ بگو آسماں دارم بہ برخوردشید و ماه
 چوں متقابل بارخت آید شباب از آن بود
 شد ردیف چامہ لغزش اگر خوردشید و ماه

قصیح الملک حاجی محمد تقی شویہ شیرازی

(۱)

آں پری روز درم روزے فراز آید؟ نیاید
 من ہی خواہم کہ عمر رفتہ باز آید؟ نیاید!
 پیش از آن کا یام در پیچہ ہم طیار عمر،
 نامہ از کوئے یار دل نواز آید؟ نیاید!
 بر سر من سایہ آں آفتاب افتد؟ نیفتد!
 در کف من دامن آں سرو ناز آید؟ نیاید!
 بیچ از سوادے آں گیسو نیاید بوسے سوادے
 بوسے سوئے بیچ از امیر ناز آید؟ نیاید!

طفل اشکم گفت بد رخ را از عشقم را بچرم
 طفل هرگز در شمار اهل را از آید؟ نیاید
 آینه بسند آه من برین دلش سوزد؟ نسوزد
 سنگ تا آتش نه بیند در گداز آید؟ نیاید
 عقل آن نیرو ندارد که بگرد عشق پوید
 صوفیه هرگز در مصاف شاهباز آید؟ نیاید
 این همه سازم بنا سازی دور چرخ آخر
 اختر ناساز من با من بساز آید؟ نیاید
 از هوا ای خطه ای و ز نهاد مردم و
 بو کی از شیراز علی بن طراز آید؟ نیاید
 عاشق شوریده را در دل نباشد غیر جاناں
 در دل محمود جز یاد ایاز آید؟ نیاید

هر چه کنی کن کن ترک من ای بکار من
 هر چه بر می بر سر سگدلی بکار من
 هر چه کشی کشش با ده بستم مدعی
 هر چه خوری بخور مخور خون دل بکار من
 هر چه دهی بده زلف بپا دای صنم
 هر چه نهی بنه مننه دام بر هگزار من

ہرچہ برمی ہر مہر رشتہ الفت مرا
 ہرچہ کنی بکن کن خانہ اختیار من
 ہرچہ ملی ہل ہل پردہ زلف چوں پری
 ہرچہ درمی بدر پردہ اعتبار من
 ہرچہ رومی برو مرو راہ خلاف دوستی
 ہرچہ زنی بزنی مزین طعنہ بروزگار من
 ہرچہ کشتی بکشت کش صبر حرم کہ نیت خوش
 ہرچہ شومی بشو مشو ششہ بچون زار من

(۳)

چوں چشم او دوترک کماندار دیدہ
 در چرخ پیچ دیدی باہ پرند پوش
 مابے بدیں طراوت عارض شنیدہ
 جز زلف او کہ گشتہ بہالائے دنگوں
 جز چشم او کہ خاطر بادا بخرہ خست
 گوئی خط و زخمش بچہ ماند بدین چال
 در تار زلف او ست متبہ ہزار دل
 چوں این شگرف در ہمہ گیتی شنیدہ
 چوں این جمال در ہمہ شہر پیوہ ہج
 چوں این نگار در ہمہ فرخار دیدہ
 چوں این طاعت خاصار دیدہ

ماند زخشی بقدر گل پر بار داسرو بر سر دای عجب گل پر بار دیدہ
عاقل چنین ملامت شوریدگان کن
آں جلوہ ہائے دے پر ہی واردیے

(۴)

تو مرا جائے بجاں داری و پیدا است کہ داری
در دل و دیدہ مکیاں داری و پیدا است کہ داری
لالہ در غالیہ پوشی و پیدا است کہ پوشی،
ماہ بر سر و رواں داری و پیدا است کہ داری
نگری سوائے کس از سخت این طرفہ کہ ہر سو
فرقہ را کراں داری و پیدا است کہ داری
کردہ با ختم ابرو دے قرین غمزہ جادو
طرفہ تیرے بکراں داری و پیدا است کہ داری
روے زیبا بد و صد پرودہ نہاں داری لیکن
بد و صد پرودہ نہاں داری و پیدا است کہ داری
دہنت پیچ نہ پیدا است و لے گاہ بسم
نقد لولہ بد ہاں داری و پیدا است کہ داری
از میان اثرے نیست عیاں لیک ہر سو
ز و حدیثے بمیاں داری و پیدا است کہ داری
کہنی چشم شوریدہ و پوشیدہ چہ کہیم،

چشم بر شاہ جہاں داری و پیدا است کہ داری

(۱۵)

روے بنائی و دل از من شو بریدہ ربائی
 تو چہ شوخی کہ دل از مردم بے دیدہ ربائی
 حن گویند کہ چوں دیدہ شود دل بر باید
 تو بدین حسن دل از دیدہ و نادیدہ ربائی
 خاطر خلق بدین روے پری دارستانی
 طاقت جمع بدین سوے پریشیدہ ربائی
 آنکہ اورا نتوان دل بد و صدمہ شیوہ بودن
 تو بدین روے خوش و خوش پسندیدہ ربائی
 ہچنین لعل لباب پیش درخت گل سوری
 گر بخندی تو دل از غنچہ خندیدہ ربائی
 دگر از چہرہ تابان تو در دست دل من
 نیست باقی کہ ہراں گیسوے تابیدہ ربائی
 تو کہ خود فاش توانی دل یک شہر بودن
 دل شوریدہ روا نیست کہ در دیدہ ربائی

میرزا ابوالقاسم عارف قزوینی

(۱)

لباس مرگ بر اندام عالی زیباست
 چہ شد کہ کوتہ وزشت این قبا قباست
 بیار بادہ کہ تار راہ نیستی گیرم
 من آزمودہ ام آخر بقای من بفسا
 گے ز دیدہ ساتی خراب و گدازے
 خرابی از پے ہم در پے خرابی ماست
 ز حد گذشت تعدی کسے نمی پرسد
 حد و خانہ بے خانمان ما کجاست
 برائے ریختن خون فاسد این خلق
 خبر دہید کہ چنکیز پے خجستہ کجاست
 بگو بہ ہیئت کا بینہ سر زلفش
 کہ روزگار پریشان ما ز دست شماست
 چہ شد کہ مجلس شورٰی نمی کنند معلوم
 کہ خانہ خانہ غیر است یا کہ خانہ ماست
 اگر بحالت عدلیہ پے برد شیطان

کس بد دل تقصیر ز آدم و هواس

بہیں بجائے محبت چہ محکم است شکست
بطاق کسری خورد و است دے ستون بجا است

اگر کہ پرودہ بیفتد ز کار می بسپنی،
بچشم عارف و عامی درین میان سواست

(۲)

بہیں گناہ اگر کہ رشید سزاوار است
تقصیر تو است و تقصیر ہمیشہ اوار است
بنو اب شکیفہ عس مست و زود و سکا است
ہر چہ کار کہ نکشت کیت در کار است
از آنکہ کہ حکمت از روز دہ و پانہ است
بہیں کہ در ہمہ حاضر فرما خیر اوار است
کہ عشق و صفت یو انکال پھلا است
آہی آنکہ رشید و سزاوار است

از خواب غفلت ہر آن دیدہ کہ بیدار است
زودہ است یکسرہ خود را براہ بدستی
پلیس مخفی و پادہ، محتسب بقبار
تو را از آن چہ بسا ز کلام درہ تقصیر
تو صحت عمل از روز و از ہنر مطلب
گفت و چہ و مارا بہ بیع قطع فروخت
گو بقتل سہ پادہ است تانہ عشق
ہر آن سر کہ نہار و سوسر و طنج ہی

تو پا پیداری ہی ہیں عارف اگر پیدار و د
گمان مدار کہ از حرف مست بردار است

(۳)

بنائے مستی عمر ہمہ نجاک یکبار کرد
بدان کہ آنچہ کہ تاپد کفایت کرد

سہا و عشق تو ملک بود ویراں کرد
پوگیت کہ چہ کردہ است خواہی ارداتی

چه که عشق تیرا جز ز گنغنم آں کرد
 خدا جو طره زلفت کند پریشان نش
 آہی آنکہ بہ ننگ ابد د چار شود
 بار و شیر غیور و راز دست بگو
 خرابی آنچہ بدل کرد والی حسنش
 بمن کہ دورہ شوم تجسیر بایران کرد
 کیکہ ملکیت ملت پریشان کرد
 ہر آن کے کہ خیانت ہلک سال کرد
 کہ خصم ملک ترا جزو انگلستان کرد
 باصفہاں تیراں گفت مل سلطان کرد

چو جعد بر سر ویرانہ ہائے شاہ عباس
 نشست بارت و لغت بچ خاکاں کرد

(۴۲)

از کفم رہا شد مہار دل
 بیشن ترا ز دل مجھ کہ نیست
 خیمہ گندیش چشم از آنک
 بسکہ ہر کجارت و بخت
 عمر شد حرام با خستہ تمام
 بعد ازین خبر با جسم اگر
 ہر روز با کسم کرد گردا کسم
 افتخار مردم در دستی است
 عارفان ایس قدر لا اوتابا کے
 نیت دست من اختیار دل
 غیر ننگ و عار کار و بار دل
 بود ہر من دلفشا ر دل
 دیدہ شد سفید ز آفتاب دل
 آرزو نام در قفس دل
 ختم کنم کمر زیر بار دل
 دل بکار من من بکار دل
 و ز شکستی است اعشیا دل
 شیر عاجزا است از سکاہ دل

مقدر تو میں خسرواں شدند
 مجھ در کفنا افتد دل

ہر وقت ز آتشیانہ خود یاد می کنم
 یاد غم اسارت جاں میدم بیاد
 شاد از فغان من دل صیاد و من بنیر
 جاں میکنم چو کوہن از تیشہ خیال
 من بے خبر ز خانہ خود چوں سرشے
 شاید رسد بکوش عارف صدائے من
 زان است عارف این ہمہ فریاد میکنم

محو گریہ و اندوہ و غصہ و محنت
 منم کہ در وطن خویش تن غریبم و زین
 بہر کجا کہ قدم می نہم کشور خویش
 طبیعت از پے آزاد من کہ بستہ
 نہال عمر مرا پیوہ غیر نمی نیست
 چو شمع آب شدم بسکہ سوختم فریاد
 چو گشت محرم بیکانہ خانہ بہ در گور
 بگو پیادہ کہ اندر پیہ ہلاکت من
 دگر بکوش کہ خود در ہلاکت خویش تنم

نہم در طرہ طرہ یاد یکدہ ہیں
 پیادے دل ز خمش صد ہزار سلسلہ ہیں

از آن کند خم اندر خوش نخواهد رست
 نگر قیامت از سر و قد و قامت او
 مکان خالی بد نبال چشم ابرویا
 بغیر و پیش ز در راه دل سپرد زلفت
 اگر اثر نکند آه دل سپرس چرا
 لب و دہان ترا گمے هیچ زدند
 اگر فروخته ام دین و دل بغیرہ یار

براه باد یہ عشق آی دعاوت را
 ضعیف دستہ در سنجہ ریا پر آبلہ میں

آفت محمدیست اودہ غمام ہمدانی

(۱)

بیا فرید خداوند لم یزل ما را
 میباش در پی کشف رموز دانیای
 ز فہم گفتہ ہچون خودی شوی عاجز
 تو آن نہ کہ شناسی فضیلت انسان
 بکار اہل نظر کار خود قیاس کن
 کہ لایزال اطاعت کنیم دانای
 کہ هیچ حل نتوان کردن این معادای
 چگونه فہم کنی گفتہ ہاے دانای
 گس چگونه تواند شناخت غنمای
 کہ فرق است ہم مردہ و سحای
 کہ لایزال اطاعت کنیم دانای

چسپاں ز ستر نہاں آگفت ز ندانی
 کہ خوب و بد نشناخت کا پیدارا
 اگرچہ باد و درخت کن گفت از پیچ
 زجاے خود نمکند کو پاے برجا را
 کیسے کہ دے پری را ندیدہ کے دانہ
 کہ حال چیت دل درد مند شیدا را
 یہ غصہ شکرے خوردہ و نہ حسرت تن
 چہ غم ز حال کس طوطی شکر خارا
 غرق بہر بلارا چہ سود خواهد بود
 از این کہ درو و گترست قعر دریا را
 غم عیب فراوان خود نمی بینی
 مگر بدیدہ کشتی خاکپاے سینا را

(۲)

بر کن ز سپینہ ریشہ فکر تباہ را
 بادست خود زپاے کبش خار راہ را
 بامردم بزرگ مزین لاف ہمہ سری
 باکوہ ہست ہی نمنہ و برگ کاہ را
 شرط است علم و عزم و عمل و انگہ ثبات
 تاج کج کنی تبارک مردی کلاہ را
 خود را بزرگ دیدی و پامال غم شدی
 بکشاے چشم و رفیع کن این اشتباہ را
 تقصیر خود ہیں چون تادی کہ در جہاں
 ہر وار کس ندیدہ سر بے کشاہ را
 تا بیتوانی آتش و ہوا خموش کن
 مگذار ہر فلک برود و دور آہ را
 پیوستہ خیر خواہ غنی و فقیر باش
 سیراب کن چو آب و درخت و گیاه را
 مالت فزون و جاہ فزون تر شود اگر
 صرف شک شکاں بکنی مال جاہ را
 این جاہ و سرور ہی و ثواب اتیت خدای
 داور است تا پناہ شوی بے پناہ را
 دیر سے نمی کشد کہ گدا کے کند بہر
 گر غصہ گدا بند و پادشاہ را
 بہر چراغ کلبہ درویش ہنس و خست
 دست قضا بطاق فلک جرم ناہ را

جز نخت و غذا بسنه بینی بعز خوش
گر نشنوی سجاں سخن خمیر خواه را
واندعت مام محنت عالم کہ در جہاں
دیدہ است تیرہ سختی و روز سپاہ را

(۳)

امروز دریں خاک غم انگیز کے نیست
بدیدہ گلوں ہمہ از شدت افواں
گر تا قافیا کے رقتہ از ایں جا بچہ علت
نامح کہ دو صد حرف زند از پے پندم
آہودہ زند اہل طبع لاوت کھلیسی
نکستہ و دولت نا بکون از دم داعظ
دانی سخن عشق چرا در تو نگویسد
گر کہ در نباشی ز کبکچہ علت
دستے کہ ترا دیدہ کشا یند بہ بینی
مانند غمت نظرے نیست و گر نہ
از پیش تو تا گلشن مقصود بنیت

(۴)

دیر بیا بان طلب پا چہ سنگ نیست
راستی آسینہ رقص شکستن دار و
گر کشتار است ہماں در نظر حق چہ سود
کہ بر آں سنگ زخون دل بن نگیت
حیف کا نہ ز خور ایں کار کف سنگیت
زین فراخی کہ فرج بخش دل تنگیت

نیک ناماں ہمگی بستہ نام نہ ہونوڑ
میں نہ اندک کہ آزاد شدن نہ گنہیت
راہ عشاق نہ لے سطر یا آگسا کہ نہ دی
کز فوے تو در گروب تر آہنگ گنہیت
از چہ رخسارہ جاناں نتوانی دیدن
گر بر آئینہ جاں از غم دل نہ گنہیت
نتوان گفت کہ چند از رہ او طے کردم
زانکہ در راہ طلب میل و فرستگنہیت
گر کہ لے تو شدیم شاہ ہما غم ورنہ
در دل من ہوس تاج و اورنگ گنہیت

خشم او پیشرو خیل رضا بود غم
زاں کہ شیریں نشود صلے اگر جنس گنہیت

(۵)

بیا کہ رے زمین جاے زندگانی نیست
بر آ ب عالم عقلی کہ پست و فانی نیست
بزمی چرخ مجو کام دل بسنادانی
کہ روے خاک سیہ جا کا مرانی نیست
سفید گرد و زرد و سیاہ آخر کار
ہمیشہ رے تو گنگا گت ارغوانی نیست
پہرہ صرف کن نقد عمر خود ز نساہ
بصرف خرج کن اینقہ را کہ ثنائی نیست
بعیش بیہدہ ضائع کن جوانی را
کہ عیش بیہدہ ہرگز بہ از جوانی نیست
نخواستی کہ بعیب خود افکنی نظرے
و گر نہ زشتی خوے بدیاں نہائی نیست
ز علم و حلم و جہل بود خوے نیک و بد ہمدار
کہ ہم ایں سخن از کار باے آئی نیست
بعلم زندہ جاوید می توانی شد
بیاں کہ بیج بہ از عیش جاودانی نیست
مراد ز آب بقافیض صحبت دانا است
و گر نہ در ظلمات آب زندگانی نیست
بکوش تا بدیار سعایت بخشند
و گر نہ توتے از صورت معالی نیست

مباش بے خبر و نکست سبج ہچو غم

کہ در مقام نظر جائے نکستہ وانی نیست

(۶۱)

ساتی ببار بادہ کہ بوی خوش بشت
از سر و گل گوے کہ دہقان روزگار
شاید اگر فرشته رحمت بخوانست
از دیگران گسینہ شد مادر الفتم
روے نکو چو خوسر تو داشت دل برد
در ملک دل مقام گزین شو کہ هیچ نیست
در کار نیک کوش کنیکی ہی ستر
دریں جهان بجز غم و بیجائی نبود
رویت بسوے قبلہ و دل غافل از خدا
از ندعی صلاح توقع کن غلام
خوبی چگونہ سرزند از طبع بہر شست

(۶۲)

دل را برده شوخ و لربائے
بنفایش از وفا کے دیگران بہ
فلک را نیست جز رویش نیالے
گراو باشد طبیب درد مند
شیر چشم جہاں روشن گراؤ
صبا اندر کندارش خاک پایے
پری رخسارہ بالا بلاے
جھاکاری بہ از ہر باد فاکے
سرم را نیست جز وصلش ہواے
خواہد هیچ بیمارے شفا کے
صبا اندر کندارش خاک پایے

بجز در چین زلفت آں دلآرام
دل نہایت اوائے و جاے
دریں دریائے بے پایاں نباشد
بجز او کشیم رانا خداے
زر خالص شود قلب جہانے
گرا ز وصلش بیاید کمیایے
نیابی جز ہواش و سنگیرے
نہ بینی جز جمالش رہنمایے
بہینش باہر آئے کس کہ گفستی
تگر و دیادش پیاورد اے
کسے نشناسدش جز من بعالم
نباشد جز غماش آشنایے

میر اسید محمود جواہری فرخ خراسانی

(۱)

ہر کہ از بجز زلفت دلبرے دیوانہ نیست
دربار سلسلہ بالقد کہ او فرزانہ نیست
خانہ خود و درخور سکنایے جز دلدار نیست
نیز ہر دلدار اور جو رہا دل خانہ نیست
چیز بدہماے خراب اوج و دلدار ما
نہ انکھ گنج شایگاہ اجاے جز دیرانہ نیست
عاشقے آشفتمہ چوں سن درسمہ میخانہ نے
کاراد گیتی ارافسانہ شد نبود شکفت
کاد عشق است این کار عاشقی افسانہ نیست
بس شنیدستی سخن در وصف باغ و بوستان
بشنو از فرخ کہ جاے خوشتر از میخانہ نیست

(۲)

چہ بہائے ست کہ یک لہ بکڑاے نیست
 آہو و کبک خراسندہ بدست نبود
 نشو ہی لغتہ از لغتہ سریان چین
 عاشقے بیدل و آشفہ نہ بینی در شہر
 عاشق اہست بجز زند نظر بانے نیست
 داو جال فرخ و نادرش طیبہ بر سر
 خوشدل از غم دل غم دیدہ و غم خوارے نیست

(۳)

کار بزرگ و رتبہ عالی گیت ہواست
 فنکار بزرگ و ہمت عالی بہایش
 بسیار دیدہ ایم و شنیدہ کہ ناکے
 پسند گرفت رتبہ عالی از دو لیک
 از خطیر پست کند عامل حقیر
 در ہند مانہ سندیا راں شہش یکے است
 چون مرید پست یافت بر این پایگاہ دست
 و این دستگہ بذروہ اعلانہ دایہ
 ہست این متعال و دشمن و خواہی اگر گواہ
 باش اینچنان کہ جاسے برا درنگ اگر کنی

با فکر پست و ہمت دون این ہوا خطاست
 آن کو در آرزوے بزرگی و اعتلاست
 بر بود رتبہ کہ نہ آن رتبہ را سزا است
 نفر دو رتبہ بیج برا و بلکہ نیز کا است
 و آن کار پر بہا شود دارم و داد است
 این لیتی و بلند می ادوارش از چہ خاست
 ہم شد مقام پست و ہم او کا مقام خواست
 چون این مقام گشت بمر بزرگ راست
 سلطان حسین نامور روشن تر پس گواست
 گوید جہاں بجای تو کاہن چا سزا است

نہ آنچنانکہ گر گزیری شوی کس
سپار بوده اند شہان گدای طبع
گویند ناکس است نہ این پایش دوست
در دیش نیز است کہ باطن پادشاست
کار بزرگ پیچ بزرگی نہ بخشد
خود را بزرگ کن چو بزرگیت مدعاست

(۴۱)

ز اہل ان خواہند اسیر دامن ویرم کنند
روح من یانے است با این بے حقیقت
حرف مفتی پیش من جز حرف مفتی پیش نیست
بافقیہاں دارم آہنگ جدل تمسم از آنک
پیچ ندہم گوش ہرگز بر فسون و اعطال
ناصحان غیر شفق زان کشند سوس شیخ
آیت از عشقم و فایز ز کفر و دین وے
در ہماے ساغرے بخشم متاع کفر و دین
شور ہا دارم بے فرخ کہ گر عنوان کنم
اہل ہاں دیوانہ ام خوانند و زنجیرم کنند

(۵۱)

بار وے تو بالالہ حمرا چہ کند دل
مقصود دل از ہستی ہستی تو و گرنہ
بے تو ہمہ نعمت دنیا چکند دل
بایں غم جاں سوز تو جان چکند دل
گیرم کہ بخوردہ نہدہ دل غم آیام

بستند بجزت دل و جاں عهد صبوری
جاں صبر نیارست کند تا چکند دل
وے آنکہ دہی پند بصبر و بسدا
زین بیش دگر صبر و دادر چکند دل
دل سخت فروماند بکار غم دلدار
آخر تو بگو فرخ شیدا چکند دل

(۶۱)

ہمہ شب زوے حسرت بخت و دیدن
نبود برنج کمتر ز مفارقت کشیدن
نشدن بسوے بستان ندیدن رخ گل
بہ اند آنکہ زنی اما گل آرزو کشیدن
چہ مطلق و دلربائی چہ بھر و بد ادائی
سخن نیست آرزویم ز دہان تو شنیدن
تو کہ زوق پندہ داری شناسی و نمانی
ز چہ این گراں بہا بندہ بیایدت خریدن
بادب خمش نشستن بودت پندہ دامن
چہ کنم کہ در حضورت نتوانم آرامیدن
بودم گماں کہ داری نظری نہال سو من
کہ ترا ز جمع بر من دگر است طرز دیدن
بود آں کہ با تو فرخ بمراد دل نشیند
نہ کہ ما کجا و امید بآرزو رسیدن

(۶۲)

اے زلفت او کہ ہوے چوں نانہ ختنی
کو تہ چو شام وصال تیرہ چو روز مئی
اے چشم دلبر من وے فتنہ ساز من
تو ز گس چینی یا آہوے خستی؟
اے ترک من کنی ترک وفاے عہد
گر زانکہ قتل مرا با خویش عسکری
لیکن اگر دہی بیان وصال بہ من
صد بار چوں دل من در ہر دیش شکنی
فرسودہ جسم مرا بجز رخ تو چنانک
لولا مخا طبعی ایاک لم ترنی

در دلربائی و حسن معروف و منتجبی
در یوفائی و جور مشهور و ممتنی
تو چوں گلے و تور امن مرغ لغه سرا
آری گلے چو تو دایلیل سزد چو منی
دیوانگان غمش گرا بختی کنند
ہاں فرخا بیقیں تو میرا بختی

میرزا محمد فرخی بیدی

(۱)

در حین تاقہ سرو تو بر افراخته است
روز و شب نوحہ گری کار من و فاختہ است
برو با گنہ جریغی است کہ در بازی عشق
ہر چہ را داشته چوں من ہمہ را یا خستہ است
بگمان غلط آن ترک کمالش چوں تیر
روز گاری است مرا از نظر انداختہ است
جان من زانہ دل سوختہ پر ہمیز نما
کہ بدین سوختگی کار مرا ساخته است
راستی چشم تو با بر و سبک عیبہ داشت
تا پیے کشتن من تیغ ستم آخته است
چنگ بر طرہ پر چین تو زد آنکہ چو باد
تا خشن از پے این مشک شام آخته است

فرخی دل خوش از آن است کہ این مردم را
یک بیک دیدہ و سنجیدہ و بشناخته است

(۲)

گر چہ مخموم و صحرای جنوں جاے من است

ایک دیوانہ تراز من دل شیدا من است
 آخر از راه دل و دیدہ سر آرد بس دل
 بیش آں خار کہ از دست تو دیباے من است
 زخت بر بست ز دل شادی و ہنگام و دواع
 با غمت گفت کہ یا جاے تو یا جاے من است
 جامہ را کہ بچوں زنگ نمودم امر دزد
 بر جف کا رہی تو شاہد فرداے من است
 چہز باے کہ نہایت بہ بیند بس دید
 بخت آقا دل من دیدہ بیناے من است
 سر سلیم پھر آنکہ نیاورد فرود
 با ہمہ جوہر و ستم بہت دالاے من است
 دل تماشائی تو دیدہ تماشائی دل
 من بفکر دلی و غلتے نہ تماشاے من است
 آنکہ در راہ طلب خستہ نگردد ہرگز
 پاے بر آبلہ باد یہ پیایے من است

(۳)

ہرگز دلم براے کم و بیش غم نہ داشت
 آئے نہ داشت غم کہ غم بیش و کم نہ داشت
 در دفتر زمانہ نمداش از قلم
 ہر ملت کہ مردم صاحب قلم نہ داشت
 در پیش گاہ اہل خرد نیست محترم
 ہر کس کہ فکر جامعہ و محترم نہ داشت

با آنکه جیب و جام من از مال می تلی است مارا فراغتی است که جشید جم نداشت
الضاف و عدل داشت موافق بے وے
چوں فرخی موافق ثابت قدم نداشت

(۳)

چمن از لاله چو بنهاد بسرافسر سرخ پائے گل زن ز کف بن خطا ساغر سرخ
اشک چوں سیم پیدم شد از آن خوں که ز غلظت زرد روی کشد آن کس که ندارد زرد سرخ
گر چه من قاتل دل را نشناسم اما دیده ام در کف آن چشم سیه خنجر سرخ
که بهام تو پیری باز کند بال و پر هر کجوتر که ز سنگ تو ندارد پیر سرخ
پریش خانه مارا کن از کس که ز اشک خانه ما ست همارا خانه که دارد دیر سرخ
خون دل خورده ام از دست تلبس از پس رنگ سر زنده سره سراز تربت من با سر سرخ
شب مار و زنگر دوزمه باخت کرد تا چه خوشبید بخادر ز نیم خسته سرخ
مناخت شرکان تو بر ملک ل از چشم بیاہ چوں سیه شرق بفرات فضا لشکر سرخ
فرخی روے سفید آن که بر چرخ کبود
بارخ زرد ز سبیل بودش زیور سرخ

(۵)

شب چو در بستم دست از منی نایش کردم ماه گر حلقه بدر کوفت جو آبش کردم
دیو می آن ترک خنای دشمن جاں بود مرا گر چه عمر بخطا دوست خطایش کردم
نزل مردم بجان چو شد خانه چشم آن قد گر که نبودم که خرابش کردم
غرق غم بود و غمی مرد در صرت فرما و خواندم انسانه شیرین و بخوابش کردم

شرح حال دل پروانه گفتم باشم آتش در دلش آگند و آبش کردم
 دل که غنای غم بود و جگر گوشه درد بر سرش چو تو کب باش کردم
 زندگی کردن من مردن تدبیر بود
 آن سحر جان کند تنم عمر حسابش کردم

(۹)

گر خدا خواهد بخوشد بحر بے پایان خوں
 با سر فرازی نهم پا در طریق انقلاب
 خیل دیوان را بدیدار سخاوت دعوت میکنم
 کارگر را بر دفع کار فرمایاں چه تمیپ
 کلبه بے سقف در میان اجارم در نظر
 قمری را شیر کبیر انقلابی خوانند آمد
 زانکه خود را از شیر خوالی شیر از پستان
 میشنای این ناخدا یاں غرق در طوفان خوں
 انقلابی چو شوم دست من و دامن خوں
 میگذازم نام دیوان سخاوت را دیوان خوں
 با سر شیر خوں می دهم فرمان خوں
 کاهنای سر کبیراں را کنم ایوان خوں

CALL No. { ۸۹۱۵۱۵۷ } ACC. NO. ۹۴۹
 AUTHOR طاہر فاروقی
 TITLE ادبیات ایران

۸۹۱۵۱۵۷ ۱۱ ب
 ۸۹۱۵۱۵۷ ۱۱ ب
 ۹۴۹
 ادبیات ایران

Date	No.	Date	No.
APR 30 1981	154		



MAULANA AZAD LIBRARY ALIGARH MUSLIM UNIVERSITY

RULES:-

1. The book must be returned on the date stamped above.
2. A fine of Re. 1-00 per volume per day shall be charged for text-books and 10 Paise per volume per day for general books kept over - due.

